عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۲ | ۴ تا ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ فروری ۲۰۱۳ء | شمارہ: ۷

مولانا محمد اشرف ہمدانی
حیات وخدمات

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.or
http://www.khatm-e-nubuwwat.co

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ڈیوٹی کے دوران قرآن کریم کی تلاوت

• حافظ طفیل خان، نوشہرہ خیبر پختونخواہ

س:...... میں ایک سرکاری اسکول میں استاد ہوں، چونکہ میں حافظ قرآن ہوں، اس لئے بچوں کو پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنا دو، تین پارے گردان بھی کرتا ہوں، کوشش کرتا ہوں کہ بچوں کا وقت بھی ضائع نہ ہوجائے اور میرا وقت بھی ضائع نہ ہوجائے۔ کیا میرے لئے سرکاری ڈیوٹی کے دوران ایسا کرنا جائز ہے؟

ج:...... صورت مسئولہ میں اگر اس سے بچوں کی تعلیم میں کوئی حرج نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے، مگر تلاوت کرتے ہوئے آپ کی توجہ بچوں کی طرف ہوگی یا قرآن کی طرف؟ اگر قرآن کریم کی طرف توجہ رکھیں گے تو بچوں کی طرف سے بے فکر ہوجائیں گے اور اگر بچوں کی طرف توجہ کریں گے تو قرآن کریم کی تلاوت بے توجہ سے ہوگی جو کہ ٹھیک نہیں، اس لئے بہتر ہے کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ڈیوٹی کے علاوہ کوئی دوسرا وقت متعین کریں تاکہ سکون واطمینان اور توجہ سے تلاوت قرآن کریم ہوسکے۔ واللہ اعلم۔

ورثہ میں بہنوں کی حق تلفی نہ کریں

محمد عبداللہ، کراچی

س:...... ایک شخص فوت ہوگیا، مرحوم کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ مرحوم نے جائیداد میں باغ، زمین، دکانیں، گھر، ورثہ میں چھوڑا، بعد وفات بیٹوں نے اپنی بہنوں (مرحوم کی بیٹیوں) کو بلایا اور ان سے کہا کہ وراثت میں سے آپ کا جتنا حق شرعاً بنتا ہے اپنا حق لے جائیں، ان تینوں بیٹیوں نے اس وقت لینے سے انکار کردیا، دونوں بھائیوں نے بخوشی سے اور برضاو رغبت عرض کیا کہ اپنا حق لے جائیں، لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا۔ دونوں بھائیوں نے اس وقت شریعت مطہرہ کے مطابق ان کا جتنا حق بنتا ہے واضح نہیں کیا تھا بلکہ صرف زبانی ان سے عرض کیا تھا، دونوں بھائی اب بھی اکٹھے رہتے ہیں، بڑے بھائی کی اولاد عاقل بالغ ہے۔

حضرت مفتی صاحب! دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت میں اس طرح کی زبانی بخشش معتبر بھی ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں ہے تو بڑے بیٹے کی بالغ اولاد کے لئے شرعاً و ادباً کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کا خرچہ کھانا پینا، بجلی، گیس الغرض تمام اخراجات بڑا بیٹا برداشت کرتا ہے۔

ج:...... مرحوم کی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو شرعاً سات حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جس میں سے دو دو حصے ہر ایک بیٹے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔ مرحوم کے بیٹوں کا اپنی بہنوں کو ان کا حصہ بتائے بغیر محض زبانی جمع خرچ کے ذریعے معاف کروانے سے ان کا حصہ معاف نہیں ہوا، لہٰذا ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ انہیں ورثہ میں ان کا پورا پورا حصہ ادا کریں۔ مرحوم کے بھائی اگر جائیداد میں شریک تھے تو ان کا جو حصہ بنتا ہے الگ کرکے باقی ورثہ کو تمام ورثاء کے حصوں کے مطابق تقسیم کریں، ورثہ میں سے تقسیم اور حساب کتاب کے بغیر محض اندازے سے کسی کے لئے بھی اخراجات اور تصرف کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

سیونگ اکاؤنٹ میں رقم نہ رکھیں

ابومحمد حسان، کراچی

س:...... مسجد کی رقم بینک میں سیونگ اکاؤنٹ میں جمع ہے، جس پر سود لگتا ہے۔ کیا یہ رقم بینک کی بجائے کسی کاروبار میں لگاسکتے ہیں، یعنی مسجد کے فنڈ سے کاروبار کرنا جائز ہے؟

ج:...... مسجد کا فنڈ کا پیسہ بینک کے اکاؤنٹ میں جمع کرانا جائز نہیں اگر ضروری ہے تو کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھا جائے، اسی طرح اس رقم کو کاروبار میں بھی نہ لگایا جائے بلکہ مسجد کی ضروریات پر ہی خرچ کیا جائے۔ کاروبار میں لگانا درست نہیں۔ ☆☆☆

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۲ — ۳تا۱۰ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶تا۲۲فروری ۲۰۱۳ء — شمارہ:۷

اس شمارے میں!

مولانا محمد اشرف ہمدانی کا سانحہ ارتحال	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
اسلامی تہذیب وتمدن اور مسلمان	۷	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات!	۱۱	مولانا محمد ابراہیم تقی
لالہ اجمل شہید	۱۳	حافظ محمد انس
ہماری زندگی کے دواہم پہلو	۱۵	مولانا شمس الحق ندوی
مسلمانوں کی حالت زار	۱۷	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری
علامہ عبدالستار تونسوی کی حیات وخدمات	۲۱	مولانا محمد اعجاز مصطفی
انگریزی مذہب	۲۵	مولانا قاضی احسان احمد
غیرمتنازع نگران وزیراعظم کا تقرر......	۲۷	ادارہ

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی: ۲۲۵روپے، سالانہ: ۴۵۰روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

رضائے اِلٰہی کی خاطر اچھا لباس ترک کرنے کی فضیلت

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے قدرت کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع اختیار کرتے ہوئے عمدہ لباس ترک کردیا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساری خلقت کے رُوبرو اس کو بلاکر اِختیار دیں گے کہ ایمان کے حلوں میں سے جس حلے کو چاہے پہن لے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۱)

لباس آدمی کی زینت ہے، اس لئے طبعی طور پر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اچھے سے اچھا لباس پہنے، شریعتِ مطہرہ نے بھی اس کے اس طبعی جذبے کی فی الجملہ رعایت کی ہے، اور حدود کے اندر رہتے ہوئے اس کو خوش لباسی کی اجازت بلکہ بعض حالات میں ترغیب دی ہے، لیکن خوش لباسی کے مقابلے، مسابقت اور اس میں دوڑ لگانے کی حوصلہ شکنی کی ہے، اس لئے کہ یہ دوڑ اپنے اندر بہت قباحتیں رکھتی ہے، اس سے نمود و نمائش کے جذبات بھڑک سکتے ہیں، بڑھیا لباس پہننے والے کے دل میں کبر و غرور اور فخر و مباہات کا پیدا ہونا اَغلب ہے، پھر جب ہر شخص دُوسروں سے بڑھیا لباس پہننے کی کوشش کرے گا تو جو لوگ مالی اِستطاعت نہیں رکھتے یا کم رکھتے ہیں وہ اپنی اِستطاعت سے بڑھ کر خرچ کریں گے، اس سے اِسراف و تبذیر اور فضول خرچی کا دروازہ کھلے گا، پھر حد سے بڑھے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے نہ صرف دُنیوی دَھندوں کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنی پڑے گی، بلکہ آمدنی کے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کئے جائیں گے، اور جس قدر دُنیوی مشاغل میں انہماک بڑھے گا، اسی قدر آخرت کی توجہ گھٹے گی اور آخرت کے کاموں کی فرصت جاتی رہے گی، اور جب تمام تر محنت و کوشش، آخرت فراموشی اور حلال و حرام کی حدبندیوں کو اُٹھادینے کے باوجود بھی "معیارِ زندگی" اتنا اُونچا نہیں ہوسکے گا جتنا وہ دیکھنے کا خواہش مند ہے تو دل میں ان لوگوں کے خلاف، جو ضرورت سے زیادہ وسائلِ رزق پر قابض ہیں، غم و غصّے کے جذبات شدّت کے ساتھ پیدا ہوں گے اور اِحتجاج کی راہیں ڈھونڈیں گے، جس سے پورا معاشرہ شر و فساد کی لپیٹ میں آجائے گا، اور ہر شخص ذہنی اِنتشار، افراتفری اور انارکی میں مبتلا ہوجائے گا۔ یہ سارا فساد خوش لباسی کی لنگوٹی سے پیدا ہوا، اس لئے حکیمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایمانی و رُوحانی نسخہ تجویز فرمایا جس سے خوش لباسی کی دوڑ کا جذبہ ہی سرد پڑ جائے، وہ نسخہ یہ ہے کہ جو شخص ہمت و قدرت کے باوجود محض اَز راہِ تواضع اچھا لباس ترک کردے، اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق کے سامنے بلاکر اختیار دیں گے کہ ایمانی حلوں میں سے جونسا اچھے سے اچھا حلہ اس کے دل کو لگتا ہے وہ پہن لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سن کر ایک تو اہلِ ایمان کے دل میں خوش لباسی کے بجائے ترکِ لباس کی دوڑ پیدا ہوگی، دُوسرے دُنیا میں انہماک کے بجائے آخرت کی طرف توجہ بڑھے گی، اور وہ تمام قباحتیں جن کی طرف اُوپر اشارہ کیا گیا ہے، اسلامی معاشرے سے اَز خود ختم ہوجائیں گی، سبحان اللہ! کیسی حکیمانہ تعلیم ہے، اور اس ایک فقرے میں کتنا بڑا علم سمودیا ہے۔ اس حدیثِ پاک میں دو نکتے مزید توجہ طلب ہیں:

اوّل یہ کہ اس حدیث میں ایسے شخص کی فضیلت بیان فرمائی ہے جو قدرت و اِستطاعت کے باوجود محض تواضع اور رضائے اِلٰہی کی خاطر اچھا لباس ترک کردے۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ اچھا لباس نہ پہننے والوں کی تین قسمیں ہیں، ایک وہ شخص جو قدرت و اِستطاعت ہی نہیں رکھتا، اس لئے اچھا لباس پہن ہی نہیں سکتا، ورنہ قدرت و اِستطاعت ہوتی تو یہ بھی عمدہ سے عمدہ سوٹ پہنتا، یہ شخص لائقِ مدح نہیں، کیونکہ اس کے بدن پر گو اچھا لباس نہیں، مگر اس کے دل میں اچھے لباس کی رغبت و خواہش و محبت گھسی ہوئی ہے، یہ جب لوگوں کو اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کے دل سے ایک ہوک سی اُٹھتی ہے کہ: "ہائے! میرے پاس اچھا لباس نہ ہوا"۔

البتہ جو شخص اپنی ناداری پر صابر و شاکر ہو، اور راضی برضا ہو، اور وہ مال داروں کو دیکھ کر للچائے نہیں، اس کا فقر و فاقہ لائقِ صد ستائش ہے، اور ایسے لوگوں کے بڑے فضائل حدیث میں آئے ہیں، حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا یہی حال تھا۔

دُوسرا وہ شخص جو قدرت و اِستطاعت کے باوجود اچھا لباس نہیں پہنتا، مگر اس کا منشا تواضع نہیں، نہ اس کا مقصد رضائے اِلٰہی کا حصول ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کو زاہد و عابد سمجھیں، ایسا شخص مکار و ریاکار ہے، یہ بیچارا دُنیا میں بھی محروم ہے اور آخرت میں بھی۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کا اس حدیثِ پاک میں ذکر ہے، جس کے ترکِ لباس کا منشا نہ تو ناداری ہے اور نہ ریاکاری، بلکہ دُنیا سے بے رغبتی، یہاں کی زیب و زینت کی بے قیمتی اور حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے تواضع اور انکساری کے سبب وہ اچھے لباس سے احتراز کرتا ہے، ایسے شخص کی فضیلت اس حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے۔

دُوسرا نکتہ یہ ہے کہ جو لوگ اچھا لباس پہنتے ہیں، اکثر و بیشتر ان کا مقصد لوگوں کی نظر میں معزز بنا ہوتا ہے، جو شخص محض رضائے اِلٰہی کے لئے اچھا لباس ترک کردے اس کو ساری مخلوق کے رُوبرو بہترین حلہ پہنایا جائے گا، جس سے اس کی عزّت و وجاہت سب لوگوں کے سامنے کھل جائے گی، گویا جو مقصد کہ لوگ دُنیا میں اچھے لباس کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو وہ نعمت ترکِ لباس پر عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمت اس ناکارہ کو بھی نصیب فرمائے۔ ☆☆☆

ادار یہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

مولانا محمد اشرف ہمدانیؒ کا سانحہ ارتحال!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی

خطیب ختم نبوت حضرت مولانا محمد اشرف ہمدانی ۱۵رجنوری ۲۰۱۳ء بروز منگل بعداز عشاء انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا محمد اشرف صاحب ہمدانی اصلاً ضلع اٹک کے رہائشی تھے۔ آپ کے والد گرامی کا شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ سے گہرا تعلق تھا اور آپ حضرت شیخ کا جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے سلسلہ میں ہاتھ بھی بٹاتے تھے۔ چنانچہ والد صاحب نے مولانا محمد اشرف ہمدانی کو جامعہ تعلیم القرآن میں داخل کرادیا۔ جہاں آپ نے علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔

مولانا محمد اشرف ہمدانی اشاعۃ التوحید کے حضرات سے محبانہ تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا بیعت کا تعلق جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحبؒ سے تھا۔ حضرت مولانا محمد اشرف ہمدانی عرصہ تک کمالیہ ضلع فیصل آباد میں خطیب رہے۔ ان دنوں ابھی ٹوبہ ضلع نہیں بنا تھا۔ مولانا بہت ہی قادر الکلام خطیب تھے۔ گفتگو جدید انداز میں کرتے تھے۔ مثلاً صحابی کی تعریف کے لئے وہ یہ پیرایہ اختیار کرتے ''جو نماز پڑھے اسے نمازی کہتے ہیں۔ جو حج کرے اسے حاجی کہتے ہیں جو جہاد میں کامیاب رہے اسے غازی کہتے ہیں۔ جس نے ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر زندگی بھر اس سعادت کو سنبھالے رہا۔ اسے صحابی کہتے ہیں۔'' یہ مولانا کی گفتگو اور عوامی انداز خطاب تھا یا مثلاً نسبت پر بولنا ہے تو فرماتے تھے: ''آج میں نے قرآن مجید اٹھایا۔ اس کا غلاف نیچے گرگیا۔ میرے نمازی دوڑ کر آئے۔ غلاف اٹھایا اور کہا: ہمدانی صاحب آپ نے غضب کیا، غلاف نیچے گرادیا۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا؟ دو روپے کا کپڑا ہے۔ اس نے کہا کپڑے کو نہ دیکھو اس کی نسبت کو دیکھو۔ اوہو! میرا ماتھا ٹھنکا کہ یہاں بات قیمت کی نہیں، نسبت کی ہے۔ اس کپڑے کی نسبت قرآن سے ہوگئی۔ اس کی قیمت اتنی بڑھ گئی کہ اب دنیا کے کپڑے اس پر قربان کردیئے جائیں تو بھی اس کا حق نسبت ادا نہیں ہوسکتا۔ آج میں نے جلدی سے بھول کر جوتے سمیت مسجد میں قدم رکھ دیا۔ میرے نمازی نے کہا کہ مسجد میں جوتے سمیت قدم رکھا کیا غضب ڈھا رہے ہو۔ میں نے کہا کہ صحن مسجد کی ہے تو اینٹ نا۔ دو آنے کی، یہ سڑک پر تھی، میرے گھر میں تھی، صدر مملکت کے محل میں تھی کسی نے جوتی نہیں اتاری۔ یہاں کیوں اتاریں؟ اینٹ نے میرا منہ تکا اور زبان حال سے بولی: ہمدانی صاحب! میں قیمت میں دو آنے کی ہوں۔ میں بے قیمت مگر آپ کے گھر پر تھی۔ بازار و مکان پر تھی۔ صدر مملکت کے دفتر، وزیراعظم کے گھر پر تھی۔ اب میرا تعلق اللہ کے گھر سے ہوگیا ہے۔ اب ہمدانی کون ہے؟ یہاں عبدالقادر جیلانی آئے گا تو جوتی اتار کر۔ سید حسین احمد آئے تو جوتی اتار کر۔ یہاں ابوحنیفہ قدم رکھے تو خالی پاؤں آنا ہوگا۔ امام ابوحنیفہ ہی نہیں، یہاں ابوبکر صدیقؓ آئیں گے تو جوتے اتار کر آئیں گے۔ اوہو! میری عقل نے مجھے جھنجھوڑ کر کہا: ''ہمدانی! اس اینٹ کا تعلق اب اللہ کے گھر سے ہے۔ اس کی قیمت کو نہ دیکھو اس کی نسبت کو دیکھو۔''

غرض اس طرح وہ بالکل محسوسات سے مثالیں لاکر ایسے خوبصورت سمجھانے کے انداز میں بات کرتے کہ چند منٹوں بعد اجتماع ان کی مٹھی میں ہوتا۔ مولانا محمد اشرف ہمدانی خوب مطالعہ کا ذوق رکھتے تھے۔ تیاری سے گفتگو کرنے کے خوگر تھے۔ یاد ہے کہ آپ نے حضرت مولانا سید محمد امین مخدوم پوری کے ہاں بیان کیا، صدارت حضرت مولانا سید خورشید احمد صاحب عبدالحکیم والوں کی تھی۔ وہ بھی آپ کے خطاب پر خوشی سے جھوم اٹھے۔ کمالیہ سے فیصل آباد تشریف لائے۔ اب ان کی خطابت نے علاقہ بھر کے نامور خطیبوں میں ان کا شمار کرادیا۔ پھر آپ کو جناح کالونی کی مرکزی جامع مسجد میں خطیب بنایا گیا۔ یہاں آپ نے فجر کے بعد درس قرآن مجید کا آغاز کیا۔ پورے قرآن مجید کے درس وترجمہ کے کئی ختم کئے۔ ہر روز ان کے سامعین کی تعداد بڑھتی گئی۔ وہ اتنی بھرپور تیاری کرکے تشریف لاتے کہ جو ایک دفعہ ان کے درس میں شریک ہوا وہ اسیر ہوگیا۔ لوگ جوق در جوق شہر بھر سے جامع مسجد فجر کی نماز میں شریک ہوتے۔ نماز کے بعد تپائیاں لگائی جاتیں۔ قرآن مجید رکھے جاتے۔ باقاعدہ شاگردوں کی طرح نمازی سراپا مؤدب ہوکر قرآن مجید کھولتے۔ مولانا درس

شروع کرتے تھے۔ کیا آپ کی وجاہت، کیا قد وکاٹھ، کیا آواز میں گرج، دلائل میں وزن، الفاظ میں ادب کی چاشنی تعبیر کا نرالا انداز، گویا بولتے کیا تھے واقعتاً موتی پروتے تھے۔ آپ کے درس کی برکت سے ہزار ہا گھرانوں میں قرآن مجید کی فہم نے ڈیرے ڈال دیئے۔ اکثر ترجمہ کے ختم پر جلسہ کا اہتمام کرتے۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور ختم ترجمہ قرآن مجید کی تقریب میں مہمان خصوصی ہوتے۔ ایک بار اپنی مسجد میں عقائد علمائے دیوبند کانفرنس کرائی۔ کراچی سے خیبر تک دیوبندی مسلک کی تمام جماعتوں کے ذمہ دار رہنماؤں کو بلایا۔ دو دن رات جلسہ اس شان سے ہوا کہ پورے علاقہ میں ایک نئی روح پھونک دی گئی۔ ۱۹۷۰ء کے لگ بھگ غالباً باغ والی مسجد وہاڑی میں آپ کا بیان ہوا۔ آپ نے قادیانیت کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اس زمانہ میں قادیانی مست ہاتھی کی طرح بدحال ہو رہے تھے۔ نتیجہ میں مولانا محمد اشرف ہمدانی پر کیس ہوا۔ وہاڑی کے کیس اس زمانہ میں عدالتی کارروائی کے لئے ملتان آتے تھے۔ مولانا محمد اشرف ہمدانی صاحب ملتان تشریف لائے۔ ختم نبوت دفتر تشریف لائے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے کیس لڑا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا قاضی اللہ یار خانؒ، مولانا سید منظور احمد شاہ حجازیؒ سے ملنا ہوا تو اب اس ٹیم میں شامل ہوگئے۔ کراچی میں مجلس کے باضابطہ مبلغ رہے تو سندھ، بلوچستان تک آپ کی خطابت کے جوہر دنیا کے سامنے آئے۔

خوب یاد ہے کہ جس دن حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا وصال ہوا۔ ظہر کے قریب وصال ہوا۔ حضرت ہمدانی صاحب ۹، ۱۰ بجے ڈیرہ غازیخان سے بیان کرکے تشریف لائے تھے۔ حضرت جالندھریؒ لیٹے تھے۔ ہمدانی صاحب نے پاؤں دبانے شروع کئے۔ جلدی سے حضرت جالندھریؒ نے پاؤں سمیٹ لیئے۔ مولانا ہمدانی صاحب کے بیساختہ آنسو امل پڑے۔ حضرت جالندھریؒ نے بازو سے پکڑا پہلو میں بیٹھا کر فرمایا: ہمدانی صاحب! زندگی بھر جس نے میری خدمت کی۔ پہلے قومیت پوچھ کر پھر خدمت کی اجازت دیتا تھا۔ مبادا کہ کسی سید آل رسول سے پاؤں دبوانے کی خدمت نہ لے لوں۔ کہیں قیامت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ ہو کہ میری اولاد سے خدمت لی تھی؟ تو آپ اس سے دلبرداشتہ کیوں ہوئے؟ حضرت جالندھریؒ کی اس شفقت سے ہمدانی صاحب کی طبیعت سنبھل گئی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے مناظر فقیر راقم کی نظروں کے سامنے ہیں۔ ضلع فیصل آباد بھر کے لئے تبلیغ کمیٹی بنی۔ دیوبندی حضرات سے مولانا ہمدانی، فقیر راقم، بریلوی حضرات سے مولانا عطاء محمد بندیالوی، مولانا شیر محمد سیالوی، اہل حدیث حضرات سے مولانا محمد اسحٰق چیمہ، مولانا محمد شریف اشرف فاضل مدینہ یونیورسٹی، شیعہ حضرات سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی کے شاگرد اب کمالیہ، جڑانوالہ، تاندلیانوالہ، سمندری، رجانہ، پیر محل، بھلوار، ماموں کانجن، ٹوبہ، گوجرہ، کھرڑیانوالہ، چک جمرہ، پورے ضلع میں ختم نبوت کانفرنسوں کا جال بچھا دیا گیا۔ پورا ضلع تحریک ختم نبوت میں پورے ملک کی قیادت کرنے لگا۔ حضرت ہمدانی اور فقیر، قصور، بہاولنگر، جھنگ، ساہیوال تک کے اضلاع میں تحریک کے جوبن کو جلا بخشنے کے لئے مارے مارے پھرتے تھے۔ کیا کیفیت جنون کی تھی جو بیٹھنے نہ دیتی تھی۔

حضرت ہمدانی صاحبؒ سراپا باغ و بہار شخصیت تھے۔ جس مجلس میں ہوتے سراپا کشت زعفران بنا دیتے۔ اللہ رب العزت ان کو برزخ وآخرت میں بھی مسکراتا رکھیں گے۔ انشاءاللہ العزیز! مولانا ہمدانی صاحب عالمی مجلس کی مرکزی شوریٰ کے برسوں رکن رہے۔ آپ نے چناب نگر مدرسہ ختم نبوت، وجامع مسجد ختم نبوت کی تعمیرات کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اس کام کے لئے اتنی عرق ریزی کی کہ آج بھی اس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھومتا ہے۔ تو دل ہمدانی صاحب کی محنت ولگن کے سامنے جھومنے لگ جاتا ہے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی استقبالیہ کے کئی بار صدر منتخب ہوئے۔ کانفرنس کے لئے سوئی سے لے کر اسٹیج تک ہر معاملہ کو نبھاتے اور بھرپور نبھاتے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ حق ادا کردیتے۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، حضرت مولانا حافظ عبدالمجیدؒ نابینا کا آپ کو اعتماد حاصل ہوتا تھا۔ یہ ان کی تمناؤں پر پورا اترتے تھے۔

مولانا تاج محمودؒ صاحب کی رحلت کے بعد انتظامیہ میں مسلک کے دوستوں کے تمام کام حضرت ہمدانی صاحب کے ذریعے ہوتے تھے۔ خوب طبیعت پائی تھی۔ ان کا دل مؤمن کا دل تھا۔ جس پر خوش ہوتے اسے آنکھوں پہ بٹھاتے۔ جس کے متعلق طبیعت میں کبیدگی ہوتی اسے ایسا سائیڈ پر لگاتے کہ اس کا دماغ شائیں شائیں کرنے لگ جاتا۔ چھ بیٹے ہیں۔ سب برسر روزگار ہیں۔ سب کو تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ محمد حامد ہمدانی صاحب اب آپ کے جانشین بنے جو مدینہ یونیورسٹی کے بھی تعلیم یافتہ ہیں اور پنجاب یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ قصور میں خطیب ہیں۔

حضرت ہمدانی صاحب جناح کالونی سے ملت ٹاؤن آگئے۔ مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ گھر بنایا اور پھر رفتہ رفتہ اسی ماحول کے ہوکر رہ گئے۔ تاہم دوستوں اور مسلکی دوستوں سے برابر رابطہ رہا۔ پہلے اہلیہ کا وصال ہوا، تو آپ کے حساس دل نے اس صدمہ کا بہت اثر لیا۔ خود بیمار ہوئے اور بلاوا آگیا۔ شہر و ضلع نہیں، لاہور وقصور، پنڈی تک کی دینی قیادت جنازہ میں موجود تھی۔ عاشق رسول کا جنازہ اس دھج سے اٹھا کہ فلک بھی اس نظارہ سے جھوم اٹھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اسلامی تہذیب وتمدن اور مسلمان!

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اسلام کو بالکل ابتداء ہی میں ایک ایسے انوکھے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا جس سے ادیان و مذاہب کی تاریخ میں کسی مذہب کو واسطہ نہیں پڑا۔ جزیرۃ العرب میں اسلام کے بعد جو دینی معاشرتی اور عقائدی تعلیمات لے کر آیا تھا، یہ چیلنج اس طرح سامنے آیا کہ اسلام کو دو ایسے ترقی یافتہ تمدنوں سے واسطہ پڑا، جن سے بڑھ کر کسی دوسرے تمدن کا تجربہ انسانی اور تہذیبی تاریخ میں نہیں کیا گیا تھا، یہ دو تمدن رومی اور ایرانی تمدن تھے، یہ تمدن، تہذیب، آرٹ، آزادی، نکتہ رسی، تخیل کی بلندی، انسانی زندگی کو سنوارنے اور اس کو منظم کرنے، راحت اور آسائش کے سامان کی فراہمی اور فراوانی میں کئی منزلیں طے کر چکے تھے اور ترقی کے آخری درجہ تک پہنچ گئے تھے، یہ تمدن اپنی تراش خراش میں بڑی رعنائی رکھتے تھے اور بہت حساس تھے۔

رومی وایرانی تمدن اور اس کے اثرات

رومیوں اور ایرانیوں کو کتابوں سے پٹے ہوئے کتب خانوں، عظیم الشان آلات و وسائل، راحت اور زندگی گزارنے کے مختلف طرز و انداز، خانہ آبادی کے طور وطریق پر ناز تھا اور ان ساری چیزوں سے ان کا تمدن مالا مال تھا۔

ان کے برخلاف عرب اپنے ابتدائی دور میں یا دوسرے الفاظ میں تہذیبی طفولیت کے دور میں تھے، درحقیقت یہ تجربہ جس سے اسلام کو گزرنا پڑا، بڑا نازک تجربہ تھا، اسلام یقیناً آسمانی تعلیمات، عقائد اور اخلاق عالیہ اور آداب حسنہ سے آراستہ تھا، لیکن تہذیب اور معاشرے کی قیادت کی باگ ڈور رومیوں اور ایرانیوں کے ہاتھ میں تھی، اس لئے اس کا امکان تھا اور سارے قرائن بھی بتا رہے تھے کہ یہ عرب اور مسلمان جنہوں نے ایک تنگ و تاریک ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں اور جن کے پاس بہت محدود وسائل ہیں، جن کی زمین دولت کے سرچشموں سے خالی ہے اور جو تمدن کے وسائل و ذرائع سے بالکل محروم ہیں، جن کی زندگی خیموں اور معمولی مکانات میں گزرتی ہے، اونٹوں اور گھوڑوں پر جن کے مواصلات کا دارومدار ہے، جن کی زندگی خانہ بدوش زندگی ہے، امکان اسی کا تھا کہ یہ امت اسلامیہ روم و فارس کے تجربات کے سامنے جھک جائے گی اور اس بات کے قوی قرائن موجود تھے کہ جو امت ابھی اپنا دور طفولیت گزار رہی ہے، وہ رومی اور ایرانی تہذیب کو اپنی تمام خرابیوں کے ساتھ قبول کر لے گی، کیونکہ جب کسی بھی چیز کو مکمل طریقہ پر اختیار کیا جاتا ہے تو اس کی خصوصیات اور لوازمات سے دستبردار نہیں ہوا جا سکتا، عقل یہی کہتی تھی اور توقع اس بات کی تھی، اس سے پہلے مسیحیت کا تجربہ بھی ہو چکا تھا۔

رومی تمدن کے آگے مسیحیت کی سپر اندازی

مسیحیت ایک عدل و انصاف پر مبنی اور فطری مذہب تھا، جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے، لیکن یہی مذہب جب یورپ میں داخل ہوا تو محفوظ نہ رہ سکا اور اس کا ڈھانچہ بدل گیا، کیونکہ اس کے پاس تہذیب نہ تھی، اس کے پاس ایسی جچی تلی اور مفصل تعلیمات نہیں تھیں، جو زندگی میں راہنمائی کر سکیں، اساتذہ و معلمین کو صحیح راہ دکھا سکیں، مفکرین اور حکام کی مدد کر سکیں، یہ مذہب یہودیوں کی قانونی تعلیمات پر مبنی ایک شریعت کا نام تھا، انصاف، انسانی مساوات، کمزوروں اور مظلوموں پر رحم و شفقت اس کا شیوہ تھا، یہودیوں کی سنگدلی اور ظلم و زیادتی پر وہ سخت تنقید کرتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اس مذہب اور اس کے پیروؤں نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ کسی خاص تمدن کے حامل ہیں، کسی خاص تہذیب کے داعی اور علمبردار ہیں، مسیحیت جب یورپ میں داخل ہوئی، جہاں پہلے یونانی، پھر رومی تہذیب ترقی کے بام عروج تک پہنچ چکی تھی، جہاں عقل انسانی نے فلسفہ، ادب اور علوم ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا، مسیحیت جیسا سادہ مذہب وہاں داخل ہوا تو اس کو بالکل ایک نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا، جس کی کوئی توقع نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحیت نے یورپی تمدن سے، جس کی قیادت رومیوں کے ہاتھ میں تھی، صلح کر لی یا دوسروں الفاظ میں اس کے سامنے سپر ڈال دی، اس رومی تمدن کی اساس گزشتہ یونانی تہذیب پر تھی، مسیحیت نے جب اس تمدن سے رگڑ کھائی تو اس کے سامنے جھک گئی اور اس کے سانچہ میں ڈھل گئی اور مکمل طور پر شکست کھا گئی، اس

کے اندر مقابلہ کرنے اور سنبھلنے کی قوت نہ تھی، وہ خود اعتقادی، زندگی اور طاقت ونشاط سے بھرپور چیلنج کے سامنے ٹھہر نہ سکی، نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحیت محدود تعلیمات، محدود قوانین، انسانی مساوات، رافت و رحمت، عدل وانصاف، توحید باری تعالیٰ اور وہ بھی ایک مختصر اور محدود زمانہ تک سے آگے نہ بڑھ سکی، معاشرتی نظام، عائلی زندگی، ادب وفن اور بہت سی اخلاقی اور انسانی قدروں میں وہ ترقی یافتہ رومی تمدن کے سراسر زیر اثر ہوگئی۔

یہ واقعہ اس لئے پیش آیا کہ مسیحی مذہب اس قوت سے محروم تھا، جس کے ذریعہ وہ اس چیلنج کا مقابلہ کرتا، رومی تہذیب کی چمک دمک سے خیرہ نہ ہوتا۔

تاتاری اور اسلامی تمدن

دوسرا تجربہ انسانی تاریخ میں تاتاریوں کا تجربہ ہے، درندہ صفت منگولین یعنی تاتاریوں نے خود عالم اسلام پر ٹڈی دل کی طرح حملہ کیا اور اس سیل رواں کی طرح ٹوٹ پڑے، جس کا روکنا اور مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، انہوں نے جب عالم اسلام کو اپنا نشانہ بنایا تو وہ طاقت سے بھرپور تھے، ان کے پاس ہزاروں سال کی محفوظ طاقت تھی، جس کا انہوں نے استعمال نہیں کیا تھا، ان کی طاقت سے ٹکر لینا آسان نہ تھا، انہوں نے عالم اسلام پر حملہ کرکے خون کی ندیاں بہادیں اور عالم اسلام کی شان وشوکت کا چراغ گل کردیا اور مسلمانوں کی بے حرمتی کی، مسلمان اس طاقت اور بلاخیز سیلاب کے سامنے پیچھے ہٹتے رہے، ان کی حکومتیں ایک ایک کرکے شکست کھاتی رہیں اور مسلمانوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ ان کے اندر تاتاریوں کے مقابلہ کی طاقت نہیں، نیز تاتاریوں کو کوئی طاقت پھیر نہیں سکتی، کسی میں دم نہیں کہ ان کو زیر کردے۔

یہاں تک کہ یہ بات ضرب المثل بن گئی، اگر یہ کہا جائے کہ تاتاری فلاں معرکہ میں شکست کھا گئے تو کہہ دینا کہ جھوٹ ہے، تاتاری اور شکست کھا جائیں یہ خونخوار درندے اور پسپا ہوجائیں ناممکن ہے، عقل اس کو قبول نہیں کرتی، تاتاریوں کا رعب پورے عالم اسلام پر چھا گیا تھا، ایسا ہولناک خوفناک رعب، جس کا شاید کبھی کسی انسان کو تجربہ نہ ہوا ہو، سب ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد تھے، ان کے رحم وکرم کے منتظر تھے، لیکن آخری نتیجہ کیا رہا ہے؟

اسلامی تمدن کی فتح

نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اسلام جس کو بظاہر ان کے سامنے شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا، جو ان کے مقابلہ میں پسپا ہوگیا تھا، اس نے فاتحین کو فتح کرلیا، اس نے تلوار کی نوک سے نہیں فتح کیا، کیونکہ اس کی تلوار کند ہوچکی تھی، مسلمانوں کی تلوار نیام میں تھی، وہ مایوس ہوچکے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تلوار کچھ نہ کرسکے گی، اس کی دھار تاتار کے مقابلہ میں بیکار ہوچکی تھی، وہ کیا چیز تھی جس نے تاتار کو فتح کیا؟ وہ دین کا اعجاز تھا جو دائمی، ابدی، غالب وفاتح، حسین و خوشنما، دلکش ودل نواز دین ہے اور پھر آگے بڑھ کر اسلامی تمدن نے ان کو اپنا مفتوح بنالیا، کیونکہ تاتار تمدن سے عاری تھے، وہ انسانوں کی شکل میں درندے یا درندے نما تھے، دنیا سے کٹی ہوئی ایک تنگ وادی سے اس کشادہ ووسیع دنیا میں آئے تھے، جس نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کرلی تھیں، ان کو ایک تمدن کی ضرورت تھی، صحرائی زندگی میں ان کو تمدن سے مس نہ ہوا تھا، وہ نیا تمدن اختیار کرنے پر مجبور تھے کیونکہ کوئی قوم بھی تمدن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، نئی زندگی کے لئے مسائل تھے، کھانے پینے پہننے اوڑھنے، معاشرت اور مہمان نوازی کے نئے طریقے تھے، گھروں کی تعمیر کس طرز پر ہو؟ رہائش گاہوں کو آرام دہ، صحت بخش، نشاط وسرور سے بھرپور کس طرح بنایا جائے؟ یہ سب مسائل تھے، اس سے پہلے وہ نہایت سادی، بدویانہ زندگی گزارتے تھے، اب وہ ایک نئے تمدن کے سامنے تھے، اس وسیع اسلامی تمدن سے ان کا معاملہ تھا جو مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا تھا، اس تمدن نے علوم کو ترقی دی تھی صنعتوں کی ایجاد کی تھی، عقل انسانی کو سنوارا تھا، لوگوں کو ذوق لطیف عطا کیا تھا، ان کے لئے ایک نئی حیرت انگیز زندگی پیدا کردی تھی، اس تمدن نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کرلیا اور ان کو اسلامی تہذیب وتمدن کی تقلید کرنے پر مجبور کردیا، وہ اسلام کے قالب میں پگھل گئے اور اسلامی زندگی میں گھل گئے، انہوں نے اسلام کا بغور مطالعہ کیا اور قبول اسلام سے مشرف ہوئے تو دراصل اسلامی تمدن ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنا۔

مسلمانوں نے اسلامی تاریخ کے آغاز کے موقع پر پہلی صدی ہجری کی بالکل ابتدا میں بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب شام ومصر اور عراق وایران کو فتح کیا تو نہایت ترقی یافتہ دو تمدن ان کے سامنے تھے، جن کی مادی ترقی کا تصور کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ انہوں نے چپاتیاں دیکھیں تو سمجھے کہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے دستی رومال ہیں، کھانے کے بعد جب ہاتھ صاف کرنے کے لئے ان باریک چپاتیوں کو اٹھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تو روٹی ہے، غرض یہ کہ دینی فتوحات کا جب دور شروع ہوا تو ان کو ایک نئے ترقی یافتہ اور دلکش تمدن میں گھل جانے اور پگھل جانے سے محفوظ رکھا، وہ بات یہ تھی کہ انہوں نے

اس تمدن کو نہ تو اپنایا اور نہ زندگی میں اس کی تقلید کی، اس طرح اسلامی تمدن محفوظ رہا اور صحیح و سالم طریقہ سے آج ہم تک پہنچ سکا، آج یہ اسلامی تمدن جس طرح یہاں ہے ویسے ہی ہندوستان و پاکستان میں ہے، سعودی عرب اور مراکش میں ہے، افریقہ اور ایشیا میں ہے، اس پوری مدت میں تمدن کس طرح اپنی حفاظت کر سکا؟ اس تمدن کے بقا، اس کی قوت اور ٹھہراؤ اور یہاں کے چیلنجوں پر اس غلبہ حاصل کرنے کے پیچھے کیا راز ہے؟ وہ چیلنج جس کا مقابلہ نہ مسیح کر سکے، نہ وہ تاتاری فاتح جنہوں نے سارے عالم کو زیر کر لیا تھا اور پورے عالم اسلام کو روند ڈالا تھا، لیکن تمدن کے مسئلہ پر وہ بھی قابو نہ پا سکے تھے۔

مسلمانوں نے اس پیچیدہ اور انوکھی مشکل پر کیسے قابو پایا؟ بہت سے مصائب و مشکلات ایسی ہوتی ہیں جن کو سہار لیا جاتا ہے، مثلاً دینی تعصب کی بنیاد پر ظلم و تعدی جس سے مسلمانوں کو واسطہ پڑتا رہتا ہے اور وہ اس کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں، ہم ہندوستان میں بہت سے چیلنجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، ہندی قومیت کا چیلنج، غیر اسلامی تعلیم و ثقافت کا چیلنج، بت پرستی اور شرک کا چیلنج، اللہ کے فضل سے ہم نے ان چیلنجوں کا مقابلہ کیا اور ڈٹ کر کیا، لیکن جب مسلمان ابتدائی دور میں تھے، بدوی زندگی گزار رہے تھے، سیدھی سادی معیشت تھی، اس وقت انہوں نے اس تمدن کے چیلنج کا کیسے مقابلہ کیا؟ حالانکہ تہذیب و تمدن کا چیلنج بڑا ہی نازک اور خطرناک ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس مشکل پر مردوں اور عورتوں کے باہمی تعاون سے قابو پایا، مسلمان اپنی دعوت اور اپنے پیغام پر فخر کرتے ہیں، وہ یقین رکھتے تھے کہ ان کا دین کامل اور مکمل ہے اور خاتم الادیان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت آخری نبوت و رسالت ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سن رکھا تھا کہ

"ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کے سلسلہ میں اسلام کو پسند کیا۔"

ان کو اس دین کی صلاحیت، قابلیت اور طاقت پر پورا بھروسہ تھا۔

قرنِ اوّل کے مسلمانوں کا ایمان و یقین

ان کو یقین تھا کہ یہ دین زمانہ کا ساتھ دینے کے لئے نہیں بلکہ زمانہ کی باگ ڈور سنبھالنے اور اس کی راہنمائی کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، ان کو اپنے دین پر فخر و ناز تھا، اپنی ذات پر اعتماد تھا، اپنی اخلاقی قدروں اور اپنے تمدن کو وہ عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کا ایمان تھا کہ جس دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں، وہ محض دین ہی نہیں، محض چند قوانین کا مجموعہ نہیں، بلکہ وہ دین بھی ہے، تمدن بھی، اس میں احکام بھی ہیں اور معاشرتی نظام بھی، وہ سیف و سنان بھی ہے، قرآن بھی، وہ مسجد و محراب بھی ہے اور حکومت و ایوان بھی، وہ اس دین کو شفا بخش دوا سمجھتے تھے اور صحت بخش دوا بھی، آج کے بہت سے مسلمانوں کی طرح ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ تو صحیح ہے کہ اسلام بحیثیت مذہب سب سے اچھا مذہب ہے اور وہی اللہ کا آخری اور مقبول دین ہے اور اس مذہب کے علاوہ کسی مذہب میں نجات نہیں اور یہی مذہب ابدی اور دائمی ہے، لیکن تمدن ایک دوسری چیز ہے، اس کا دین سے کیا تعلق؟ دین ایک الگ شے ہے اور تمدن بالکل الگ شے، دین جدا اور تہذیب جدا، اس لئے اگر ہم مغرب کی تقلید کریں اور مغربی تہذیب کو اپنائیں تو اس میں ہمارے دین و عقیدہ کے منافی کوئی بات نہیں۔

عرب کے ابتدائی بدو اس نظر سے روم و فارس کے تمدن و تہذیب کو نہیں دیکھتے تھے، وہ اس کے

تیرے محبوب ﷺ کی ہے یہ نشانی

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ رقم طراز ہیں: "ہمارے شیخ قطب عالم برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا مدنی نور اللہ مرقدہ بڑے درد سے فرمایا کرتے تھے کہ: "افسوس! اب امت کے غم میں کوئی رونے والا بھی نہیں رہا" یہ ناکارہ روسیاہ تمام اہل قلوب اور مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ہمارے یہ تمام حالات حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی کے قہر و غضب کا مظہر ہیں۔ تمام حضرات متوجہ الی اللہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں گڑگڑائیں اور امت کے حق میں دعا و التجا کریں، کیونکہ امت پس رہی ہے، اعدائے اسلام اس کی تکا بوٹی کر رہے ہیں، درندوں کی فوج در فوج اس کو چیرنے پھاڑنے اور نوچنے میں مصروف ہے، لیکن امت کے حالِ زار پر سیل اشک بہانے والی آنکھیں بہت کم ہیں۔ اپنے فرقہ، اپنی جماعت، اپنے گروہ یا اپنے ذاتی غم میں گھلنے والے تو بہت ہیں لیکن وہ قلوب ناپید ہوتے جا رہے ہیں جو امت کے غم میں ایسے گڑگڑائیں اور ایسا بلبلائیں کہ کریم آقا کو ان پر رحم آجائے۔ شاید کوئی زبان ایسی نہیں رہی جو امت کی حالتِ زار پر بارگاہ الٰہی میں دعا و التجا اور آہ و فغاں سے شورِ محشر برپا کر دے۔ آہ! یہ امت جس کے سر پر "خیر امت" کا تاج رکھا گیا تھا، آج اپنی جگہ طعمۂ اغیار بنی ہوئی ہے۔ اس کی حالت اس گلے کی سی ہے جس کو بھیڑیے چیر پھاڑ کر رہے ہوں لیکن اس کا کوئی گلہ بان اور پاسبان نہ ہو:

تیرے محبوب کی ہے یہ نشانی
مرے مولا! نہ اتنی سخت سزا دے

(معاشرتی بگاڑ کا سد باب)

بارے میں کہہ سکتے تھے جو آج ہم امریکن اور یورپین تہذیب کے متعلق کہہ رہے ہیں، اس وقت کی ایرانی اور رومی تہذیب وتمدن اور آج کی امریکی اور مغربی تہذیب وتمدن، حتیٰ کہ روسی تمدن میں حقیقتاً کوئی فرق نہیں، یہ سارے تمدن ایک ہیں، جن کو ہم میکانکی، مادی، مصنوعی اور ظاہری تمدن سے تعبیر کر سکتے ہیں، جس طرح بہت سے مسلمان افراد اس تمدن کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ سب عقل انسانی اور تجربات کی آخری منزلیں ہیں، تو اگر کل صحرا کے بدو اس وقت کی تہذیب وتمدن کو دیکھ کر کہتے تو معذور ہی سمجھے جاتے، وہ تہذیب وتمدن کی چمک دمک سے بالکل ناواقف تھے، آنکھوں کو چکا چوند کرنے والے مظاہر انہوں نے کبھی نہ دیکھے تھے، اب اگر روم کے کسی شہر، بازنطینی حکومت کے کسی شہر، یا ایرانی، ساسانی مملکت کے کسی شہر میں داخل ہو کر ان کے منہ میں پانی بھر آتا، اس تمدن پر فریفتہ ہو جاتے اور کہنے لگتے: کیا کہنے اس تمدن کے، اس کاری گری، اس عیش وتنعم کے، انسانی عقل کہاں تک پہنچ گئی اور کیسی تہذیب کو جنم دیا ہے۔

اگر وہ یہ کہتے تو میں انہیں معذور سمجھتا، کیونکہ وہ صحرائے عرب کا ایک بدوی تھا، جس کی آنکھیں ایک ترقی یافتہ ملک کے دارالسلطنت میں آکر خیرہ ہوئی جارہی تھیں اور وہ اس تمدن کے سامنے ہوش باختہ ہو گیا، لیکن تاریخ کا مطالعہ کرنے والا حیران رہ جاتا ہے اور اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور اس عجیب تجربہ کے سامنے جو انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کا انوکھا تجربہ تھا، اعتراف سے اس کی گردن جھک جاتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ عربی مسلمان اس تمدن سے بالکل متاثر نہیں ہوئے اور وہ اپنی اسلامی شخصیت کے محافظ و پاسبان رہے۔

آج عالم عربی کے کسی ملک کے دارالسلطنت مثلاً امارات میں ابوظہبی یا قطر میں دوحہ کو ہی لے لیجئے، وہاں ہم ضروری سمجھنے لگے ہیں کہ ہمارے گھروں کا طرز تعمیر اور فرنیچر بالکل ویسے ہی ہو جیسا انگلینڈ یا امریکا میں ہوتا ہے، ہماری تہذیب اور ان کی تہذیب میں مکمل اتفاق اور ہم آہنگی ہو، لیکن سوچئے کہ وہ عربی اور بدوی مسلمان کس طرح اپنی اسلامی شخصیت کو مضبوطی سے تھامے رہے، ایرانی اور رومی تہذیب کے آگے انہوں نے سر تسلیم خم نہ کیا، یہ تاریخ کا ایک معمہ ہے، جس کو حل ہونا چاہئے، یہ ایک سوال ہے جو جواب طلب ہے اور اطمینان بخش جواب چاہتا ہے۔

میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ مسلمان مرد وعورت کی خود اعتمادی کا نتیجہ تھا، ان کو اپنے اور خدا کے آخری پیغام کی صلاحیت اور انسان کے لئے کامل ومکمل اور راہنما دین پر مکمل بھروسہ تھا اور اسلامی شخصیت، اسلامی زندگی، جس کا نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی میں انہوں نے دیکھا تھا اور ان تک وہ انہیں کے واسطے سے پہنچی تھی، شرم وحیا، عفت وطہارت، حجاب وآداب معاشرت، تواضع، طہارت، پاکیزگی، اسلامی ذوق سادگی، اسراف سے پرہیز، قناعت، آپس کا احترام و اکرام، عدل وانصاف، حقوق زوجیت کا پاس و لحاظ، رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام، یہ وہ صفات وامتیازات ہیں جو مردوں کے ساتھ عورتوں کے مکمل تعاون کا نتیجہ ہیں، اس طرح وہ اسلامی تمدن، اسلامی تہذیب اور اسلامی شخصیت کی حفاظت کر سکے، مرد کا رگ حیات، مدرسوں میں، محکموں میں، عدالتوں میں اور گھر سے باہر کی دنیا میں اور خواتین گھروں میں، اس طرح وہ معاشرہ کامل ومکمل، ہم آہنگ و یک رنگ اور تعاون کے اصول پر کاربند تھا، مسلمانوں کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا کہ وہ دنیا کے بڑے بڑے اور زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ شہر میں اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کر سکیں، ان کے قدم انطاکیہ پہنچے، انہوں نے دمشق، حلب وحمص پر حکومت کی، قسطنطنیہ میں داخل ہوئے، سندھ کو فتح کیا، ملتان، بخارا اور سمرقند ان کے قدموں کی خاک بنے، یہ تمام شہر اپنا ایک تمدن رکھتے تھے، جو بہت پرانا اور ترقی یافتہ تھا، ذوق لطافت سے آراستہ تھا، لیکن مسلمان جہاں جاتے تھے، اپنی تہذیب اور اپنا تمدن لے کر جاتے تھے، وہ نہ صرف اپنے تمدن کی حفاظت کرتے تھے، بلکہ تہذیب کے چراغ کو گل ہونا ہی پڑتا تھا اور تاب ناک اور اسلامی تہذیب کا آفتاب روشن ہو جاتا تھا۔

مسلمان اندلس گئے، اندلس یورپ کا ایک قطعہ ہے، مسلمانوں نے وہاں ایک حسین تمدن کی بنیاد ڈالی اور ایک نیا طرز تعمیر ایجاد کیا، جو آج بھی اندلس کے لئے باعث زینت ہے، اج بھی وہ مسجد قرطبہ، قصر حمرا اور اشبیلیہ کی مسجدوں سے بہتر کوئی چیز سیاحوں کی زیارت کے لئے پیش نہیں کر سکتے، حکومت ہندوستان اپنے ملک میں کثرت سے آثار قدیمہ کے باوجود تاج محل سے زیادہ حسین وخوشنما، جامع مسجد اور لال قلعہ سے بڑھ کر پُرعظمت، پُرشکوہ آثار نہیں پیش کر سکتی، مسلمان اپنی تہذیب وتمدن کو ساتھ لے کر گئے، انہوں نے اس کی آبیاری کی، اس کو اور وسعت دی اور حسین سے حسین تر بنایا، انہوں نے وہاں استفادہ بھی کیا، انہوں نے وہاں کے فن تعمیر، وہاں کے سلیقہ مندی اور طبیعت کے گداز، وہاں کے حسن وجمال کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ اس پر اسلامی تہذیب کا اضافہ کیا۔

☆☆..........☆☆

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند معجزات!

مولانا محمد ابراہیم تقی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار عقلی وحسی معجزات عطا فرمائے تھے۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ امام بیہقی کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار تک پہنچتے ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دوسو تک پہنچتے ہیں اور بعض علماء نے آپ کے معجزات کی تعداد تین ہزار ذکر فرمائی ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات حد شمار سے متجاوز ہیں، اس لئے کہ آپ کا ہر قول، ہر فعل اور ہر حال عجیب وغریب مصالح اور اسرار وحکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خارق عادت ہے اور معجزہ ہے۔ معجزات نبویہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود متصل سندوں کے ساتھ مروی ہیں، جن میں بہت سے مشہور بھی ہیں جبکہ علماء نصاریٰ نے عہد قدیم میں معجزات کی تعداد ۶۷ لکھی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی تعداد حمل کے وقت سے آسمان پر جانے تک ۷۲ لکھی ہے پھر آپ کے حواریین کے ۲۰ معجزات شمار کئے ہیں، لیکن ان واقعات کے لکھنے والوں کے پاس ان معجزات کی نہ کوئی سلسلہ سند موجود ہے اور نہ ان کے راویوں اور ناقلوں کی عدالت اور ثقاہت کی کوئی دلیل موجود ہے۔ ذیل میں چند معجزات ذکر کئے جاتے ہیں:

۱:... ہجرت کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں تھے تو کفار مکہ غار کے بالکل قریب آ گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اگر یہ لوگ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہم ان کو نظر آ جائیں گے، تو اللہ کے نبی نے فرمایا: ”اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔“

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ”اللھم اعم ابصارھم“... اے اللہ! ان کو (ہم سے) اندھا کر دے... تو کفار غار کے اردگرد چکر لگانے لگ گئے، ان کو محسوس ہی نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نظروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا دیا ہے۔

۲:... اسی ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک نے آپ کا پیچھا کیا، لیکن سخت پتھریلی زمین میں اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور ایسا تین مرتبہ ہوا۔

۳:... بدر کے موقع پر اس کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی آپؐ نے نشاندہی فرمادی کہ اس جگہ فلاں قتل ہوگا، اس جگہ فلاں اور آپؐ نے ہاتھ زمین پر رکھ کر فرمایا (راوی کہتے ہیں کہ بعینہ اشارہ والی جگہ پر اگلے دن لاشیں ملیں)۔

۴:... بدر کے موقع پر آپؐ نے فرمایا: ”یہ جبریل ہیں، جو گھوڑے کی لگام پکڑے آرہے ہیں۔“

۵:... خندق کے موقع پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تین چار آدمیوں کے حساب سے کھانا پکوایا اور چپکے سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لشکر میں اعلان کر دیا پھر سب نے کھانا کھایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب کے سیر ہو کر کھانے کے بعد بھی ہانڈی بھری ہوئی تھی جیسے پہلے تھی اور آٹا بھی ویسا ہی تھا۔

۶:... غزوۂ احزاب کے موقع پر جبکہ کفار کے لشکر واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے، یعنی جنگ کی ابتدا اب ہماری طرف سے ہوگی ان کی طرف سے نہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۷:... حدیبیہ کے موقع پر جبکہ پانی کی انتہائی قلت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن جس میں تھوڑا سا پانی تھا، اس میں ہاتھ ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اس طرح پھوٹنے لگا جیسے چشمے سے پھوٹتا ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں: ہم نے پانی پیا بھی اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی تعداد کتنی تھی؟ فرمایا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا، لیکن ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔

۷:... غزوۂ خیبر کے موقع پر سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر ایسا زخم لگا کہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ سلمہ بن اکوع (اس زخم کی شدت سے) مرگئے۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپؐ نے اس میں تین مرتبہ پھونکا تو فرماتے ہیں کہ آج تک اس کی تکلیف مجھے محسوس نہیں ہوئی۔

۸:... غزوۂ موتہ کی حالتِ جنگ کی خبر آپ صحابہؓ کو دے رہے تھے، چنانچہ آپؐ نے حضرت زید، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر صحابہ کرام کو سنائی، پھر حضرت خالد بن ولیدؓ کے امیر بننے کی خبر اور فتح کی خبر سنائی (حالانکہ موتہ کی سرزمین مدینہ سے کئی سو میل کے فاصلے پر تھی)۔

۹:... غزوۂ حنین کے موقع پر جبکہ صحابہ کرام کا مجمع تتر بتر ہو چکا تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹھی بھر خاک اٹھائی اور کفار کے لشکر کی طرف ”شاھت الوجوہ“ کہہ کر پھینک دی۔ سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہر ایک کافر کی آنکھ میں مٹی گئی، پھر اللہ نے کفار کو شکست دی۔

۱۰:... غزوۂ حنین کے موقع پر لشکر اسلام میں سے ایک شخص کے متعلق (جو کہ اسلام کا دعویٰ کرتا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دوزخی ہے، وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا اور اس کو بہت زخم آئے، صحابہ کرامؓ نے یہ کیفیت تعجب کے ساتھ اللہ کے نبی سے بیان کی۔ آپؐ نے پھر فرمایا: وہ شخص دوزخی ہے، پھر وہ شخص زخمی ہوا اور اس نے تکلیف کی شدت سے خودکشی کرلی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی بات سچ ثابت ہوئی۔

۱۱:... لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تو آپ کو خواب میں بتادیا گیا اور آپ کو اس کے شر سے بچالیا گیا۔

۱۲:... ایک شخص مرتد ہو گیا اور مشرکین کے پاس چلا گیا، اللہ کے نبی نے فرمایا کہ زمین ایسے شخص کو قبول نہیں کرے گی جب وہ شخص مر گیا تو لوگوں نے اس کو بار بار دفن کیا لیکن ہر بار زمین اس کو اگل دیتی۔

۱۳:... ایک مرتبہ غروبِ شمس کے بعد آپؐ نکلے تو آپؐ نے ایک آواز سن کر فرمایا: یہ یہودیوں کی آواز ہے، جنہیں قبروں میں عذاب دیا جارہا ہے۔

۱۴:... ایک سفر سے واپسی پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا تو فرمایا: کسی منافق کی موت کی وجہ سے اس ہوا کو چلایا گیا ہے۔ چنانچہ جب مدینہ پہنچے تو منافقین میں سے ایک بڑا آدمی مر چکا تھا وہ منافق رفاعہ بن درید تھا یا رافع تھا۔

۱۵:... ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی تو جمعہ کے خطبہ کے دوران ایک دیہاتی نے دعا کے لئے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اس وقت آسمان میں کوئی ابر نہ تھا، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے فراغت کے بعد ہاتھوں کو نیچے ہی کیا تھا کہ پہاڑوں کے مثل بڑے بڑے بادل آنے لگے، پھر خوب بارش ہوئی اور ہوتی رہی، یہاں تک کہ اگلے جمعہ کے موقع پر خطبہ کے دوران وہی دیہاتی کھڑا ہوا اور بارش روکنے کی دعا کے لئے عرض کیا، پھر آپؐ نے دعا فرمائی: ”اللھم حوالینا لا علینا“ تو فوراً بادل مدینہ کے اردگرد برسنے لگے اور مدینہ بادلوں سے خالی تھا۔

۱۶:... منبر بننے سے پہلے جس تنے سے ٹیک لگا کر آپؐ خطبہ دیتے تھے وہ آپ کے منبر پر تشریف لے جانے کے بعد ایسا رویا کہ ابھی پھٹ جائے گا۔ آپ نے اس کو تھپکی دی تو وہ خاموش ہوگیا۔

۱۷:.... ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے ازراہ تکبر کہا: میں قدرت نہیں رکھتا، آپؐ نے فرمایا: تو قدرت ہی نہ رکھے، تو اس کا دایاں ہاتھ ناکارہ ہوگیا۔

خلاصہ یہ چند معجزات کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ محدثین کرام اور سیرت نگاروں نے کئی سو معجزات اسی قسم کے ذکر کیے ہیں، خود آپ کی تمام تر تعلیمات کسی معجزہ سے کم نہیں اور آپ پر اتارا جانے والا قرآن کریم تو قیامت تک کے لئے ایک ایسا معجزہ ہے جس کی نظیر قیامت تک کوئی نہیں لاسکتا۔

یا رب صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

تعزیتی اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل شبقدر کے رفقاء کرام کا ایک تعزیتی اجلاس جامعہ اسلامیہ فریدیہ کانگڑہ تحصیل شبقدر فورٹ ضلع چارسدہ میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت جامعہ کے مہتمم مولانا ایاز احمد حقانی نے کی۔ اجلاس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد اجملؒ اور سید کمال شاہؒ کے قتل کی مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ سفاک قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کرکے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ شہداء کے لئے قرآن خوانی کی گئی اور بلندی درجات کی دعا بھی کی گئی۔ نیز اجلاس میں تحصیل شبقدر کی سطح پر تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ بھی ہوا۔ علاوہ ازیں یونین کونسل اگئی میں رفقاء نے ماہانہ لولاک اور ہفت روزہ ختم نبوت کے اجراء میں خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔

لالہ اجمل شہید رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد انس

ماہ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ کے اوائل میں برادر مکرم مولانا محمد احمد مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کا فون موصول ہوا کہ ایک ساتھی ہیں میرے شاگرد بھی ہیں اور اپنے علاقہ کے بھی ہیں۔ وہ دفتر میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے درخواست کی کہ لائبریری میں ہوں انہیں اوپر بھیج دیں تو تھوڑی دیر بعد ایک اجنبی نوجوان لائبریری میں تشریف لائے اور بتایا کہ مولانا انس سے ملنا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے محمد انس کہتے ہیں۔ تشریف رکھیں۔ بیٹھ گئے۔ کیا خوبصورت جوان آدمی، چہرہ سے جھلکتی معصومیت، شکل وشباہت سے نکلتی نور کی کرنیں، موٹی موٹی آنکھیں، دل موہ لینے والا چہرہ۔ غرض مرقع حسن، سراپا نور، یہ تھے حضرت مولانا محمد اجمل صاحب، جن کے نام کے ساتھ لفظ "شہید" لکھتے ہوئے دل کی عجب کیفیت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد اجمل شہیدؒ دارالعلوم کبیروالا کے فاضل، لائق محنتی عالم دین تھے۔ قرآن پاک کی تعلیم سے لے کر دورہ حدیث تک جامعہ دارالعلوم کبیروالا میں پڑھا۔ بعد از فراغت اساتذہ کے مشورہ سے دفتر ختم نبوت میں سہ ماہی ختم نبوت ورد قادیانیت کورس کرنے کے لئے تشریف لائے، داخلہ لیا۔ کورس میں شریک ہوئے۔ شریک کیا ہوئے ہمیشہ کی طرح اپنی کلاس میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے کا ریکارڈ یہاں بھی برقرار رکھا۔ دوران کورس ہمارے درمیان خاصی محبت وانسیت پیدا ہوگئی۔ جس کی وجہ سے وہ مجھے لالہ محمد انس کہتے تھے اور میں انہیں لالہ اجمل کہتا تھا۔ کورس اختتام پذیر ہوا تو اساتذہ کورس کے مشورہ سے انہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ میں کام کرنے کے لئے کراچی کے لئے منتخب کرلیا گیا۔ شعبہ تبلیغ میں تقرری کے بعد کچھ عرصہ کے لئے برائے تربیت حضرت مولانا اللہ وسایا کے ساتھ رہے۔ حوالہ جات کی تحقیق وتخریج کا کام کیا۔ حضرت کے سفر حضر میں ساتھ رہے اور خوب محنت سے اپنا مقام پیدا کیا۔

بالآخر مولانا قاضی احسان احمد کراچی کا مرکز میں فون موصول ہوا کہ مولانا محمد اجمل صاحب کو کراچی بھیج دیا جائے۔ میں کمرے میں بیٹھا تھا کہ آگئے اور فرمانے لگے لالہ انس! کراچی کے حالات صحیح نہیں ہیں اور میں وہاں جارہا ہوں، دعا کرنا میں نے کہا: لالہ اجمل کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کراچی جیسا علمی لوگوں کا شہر اور پھر قاضی صاحب جو کہ متحرک ترین بزرگ ہیں۔ ان کی رفاقت نصیب ہورہی ہے۔ خوب کام کرنے کا موقع ملے گا۔ اللہ کا نام لیں اور جائیں کام شروع کریں۔ انشاء اللہ! اللہ رب العزت آپ کی شخصیت میں نکھار پیدا کردیں گے۔

کافی دیر دوسرے امور پر مشاورت ہوتی رہی اور اس کے بعد فرمانے لگے کہ ابھی تین چار روز گھر رکنا ہے اور اس کے بعد وہیں سے کراچی کا سفر کرلوں گا۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ بہت اچھا، اور وہ یہاں دفتر ختم نبوت ملتان سے روانہ ہوگئے۔ گھر دو تین دن گزارنے کے بعد کراچی کے لئے روانہ ہوئے تو فون کیا کہ لالہ دعا کرنا، جارہا ہوں۔ میں نے صرف اتنا جواب دیا کہ لالہ! اللہ رب العزت خیر کریں گے جاؤ۔ کراچی پہنچے، پھر پروگراموں میں اتنے مصروف ہوئے کہ کوئی خاص رابطہ نہ ہوا۔ شہادت سے کچھ دن قبل میں نے فون کیا اور ناراضگی کے عالم میں کہا کہ لالہ لگتا ہے کراچی کے پانی کا آپ پر اثر ہوگیا ہے۔ پوچھنے لگے کیوں؟ میں نے کہا فون کیوں نہیں کیا۔ بھرپور معذرت کی، پھر ہم کافی دیر فون پر گپ شپ کرتے رہے۔ آخر میں یہ لفظ کہہ کر کہ اپنا خیال رکھنا انہی الفاظ کے ساتھ فون بند ہوا۔

پھر ۱۸ر جنوری ۲۰۱۳ء کو حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کا فون موصول ہوا کہ افسوس ناک خبر ہے کہ مولانا محمد اجمل وسید کمال شاہ صاحب کو شہید کر دیا گیا ہے اور آپ قاضی صاحب سے رابطہ کریں۔ میں نے عرض کی کہ جی بہتر! جیسے ہی قاضی صاحب کا نمبر ملایا تو آگے سے رونے کی آواز اور ساتھ یہ حکم بھی کہ مولانا محمد اجمل کے گھر والوں سے کسی طرح رابطہ کریں، سننے کو ملا، میں نے جواب میں کہا کہ جی بہتر۔ اتنا کہہ کر فون بند کیا۔ کبیروالہ کے استاذ مولانا محمد جاوید اختر صاحب کا نمبر معلوم کر کے انہیں درخواست کی کہ اس طرح واقعہ ہوا ہے اور مولانا محمد اجمل کے گھر رابطہ کر کے انہیں اطلاع دینی ہے۔ نمبر معلوم کر کے اطلاع بھی کریں اور ہمیں بھی بتائیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ابھی کرتا ہوں۔

اس دوران میں بہت سارے لوگ فون پر معلوم کرتے رہے کہ کیا ہوا، کیسے ہوا؟ سب کو تفصیل عرض کی۔ محب رسول حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کا فون موصول ہوا۔ انہیں تفصیل عرض کی۔ انہوں نے جواب میں فرمایا اچھا بیٹا کہ اللہ رب العزت تمہاری حفاظت فرمائے۔ میں نے آمین کہا اور یہ سوچا کہ

اللہ رب العزت ہماری عمریں آپ کو، ہمارے بزرگوں کو لگا دیں۔ تاکہ آپ لوگ دین کی خوب خدمت کر سکیں۔ ہمارے حالات تو بس بہت ہی ڈھیلے ہیں، یہ سوچ سکا تھا، کہہ نہ پایا تھا۔ کیونکہ فون حضرت طوفانی صاحب روتے ہوئے بند کر چکے تھے۔ رات کافی بیت چکی تھی۔ کمرے میں آیا لالہ اجمل شہیدؒ کی باتیں یاد کر کے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہ میرا لالہ عظیم مشن کے لئے جان قربان کر گیا ہے۔ سرخرو ہو گیا ہے۔ کروٹیں لیتے لیتے رات گزر گئی۔ صبح ہوئی نماز ادا کی۔ برادر مکرم جناب ہارون صاحب کو فون کیا کہ حضرت اقدس حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کو اطلاع دی جائے۔ لیکن بھائی ہارون صاحب نے بتایا کہ حضرت کو اطلاع ہو چکی ہے تو تھوڑی دیر کے بعد بھائی ہارون صاحب کا فون آیا کہ حضرت سے بات کریں۔ حضرت نے اتنا فرمایا کہ حافظ انس! آپ تیاری رکھیں کہ مولانا اجمل کے جنازے کے لئے چلنا ہے۔

گاڑی تیار کی، حضرت اقدس تشریف لائے تو جنازے کے لئے چل پڑے۔ راستے میں برابر حضرت مولانا عزیز الرحمن ثانی، حضرت مولانا راشد مدنی، حضرت مولانا اسحاق ساقی سے رابطہ رہا اور بہاولپور سے مولانا اسحاق ساقی بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ اوچ شریف پہنچ کر ایک ساتھی کو راہ نمائی کے لئے ساتھ لیا اور گھومتے گھماتے ہوئے تقریباً بارہ کلومیٹر اوچ شریف سے مشرق کی جانب لالہ اجمل شہیدؒ کے گھر میں پہنچے۔ گھر میں پہلے ہی آہ و بکا کا ماحول تھا۔ مسجد میں ٹھہر گئے۔ ابھی تک لالہ اجمل شہیدؒ کی میت مبارک نہیں پہنچی تھی۔ ان کے والد تشریف لائے۔ تو بندہ سے گلے لگ کر رونے لگے۔ شدت غم جس کو میں نے روکا ہوا تھا۔ ان سے گلے لگ کر خوب رویا۔ رو رو کر سینے کے بوجھ کو ہلکا کیا۔

آخر تقریباً تین بجے کے قریب لالہ اجمل ایمبولینس کے اندر سوئے ہوئے تشریف لائے اور گھر چلے گئے۔ پھولوں کے ہار پہنے ہوئے تھے۔ میرا جی چاہا کہ روکوں، لالہ رکو میں یہاں ہوں۔ پھر میرے ضمیر نے کہا: خاموش اے دیوانے! تیرے لالے کو جلدی ہے۔ بہت آگے جاتا ہے۔ اتنا آگے کہ وہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ جیسے ہی خیال آیا میں خاموش ہو گیا۔ اتنے میں نماز عصر ادا کی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لالہ اجمل شہیدؒ کی میت کو باہر لایا گیا اور رکھا گیا اعلان ہوا کہ حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب جالندھری جنازہ پڑھائیں گے۔ صفیں بنالیں۔ علماء کرام، صلحاء، مشائخ، طلباء، کا جم غفیر یک لوگوں کا مجمع کثیر، حضرت آگے ہوئے اور فرمایا اللہ اکبر! ساتھ ہی ہاتھ باندھ لئے۔ ہمارے دل نے بھی گواہی دی۔ واقعتاً اللہ اکبر!

لیجئے جناب! جنازے سے فارغ ہوئے لالہ جی کی زیارت کے بعد میت کو اٹھایا اور ٹرالی پر رکھ کر قبرستان لے جایا گیا۔ اب لالہ اجمل شہیدؒ آگے آگے اور لوگ گاڑیوں پر موٹر سائیکلوں پر اور پیدل پیچھے پیچھے۔ قارئین کرام! یقین جانئے کہ جہاں سے جنازہ گزرا علاقے کے لوگ عورتیں، بچے، بوڑھے سب گھروں سے نکل کر لالہ جی کے جنازہ کی شان کا نظارہ کر رہے تھے۔ قبرستان پہنچے۔ لوگوں کے ہجوم کے درمیان لالہ اجمل شہیدؒ سو رہے ہیں۔ میں نے قریب سے زیارت کی، پھر حضرت جالندھری تشریف لائے اور جس تابوت کے اندر لالہ اجمل شہیدؒ آرام فرما تھے۔ کھولنے کا حکم دیا۔ احتیاط کے ساتھ اس کو کھولا گیا۔ پھر اوپر سے لوہے کی بنی چادر کو ہٹایا تو لالہ اجمل شہیدؒ صاف نظر آنے لگے۔ چاند کی طرح چمکتا چہرہ، ایسی گہری نیند میں سوتے ہوئے محسوس ہوا کہ جیسے بہت سارے غموں سے جان چھڑا کر سوئے ہیں۔ پھر چار مختلف قسم کے کپڑے ان کے جسم کے نیچے سے گزارے گئے۔ تاکہ لحد میں اتارنے میں آسانی رہے۔

قارئین کرام! میرے مربی حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری لالہ اجمل شہیدؒ کے سر مبارک کی طرف سے کھڑے ہوئے تمام امور کی نگرانی فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ہدایات بھی دے رہے ہیں کہ حافظ انس! اب ایسے کرو۔ بالآخر حضرت اقدس ناظم اعلیٰ صاحب نے لالہ اجمل شہیدؒ کے سر مبارک کی طرف سے خود ہی کپڑا گزارا اور آپ کے چہرہ انور سے موتی کی طرح آنسو بہہ رہے ہیں۔ مجھے رشک آیا۔ لالہ اجمل کی قسمت پر اور یہ خواہش ہوئی کہ کاش لالہ اجمل شہیدؒ کی جگہ پر میں ہوتا کہ حضرت جیسے ولی کامل مجھے روتے ہوئے رحمت حق کے سپرد کرتے تو پھر یقیناً بخشش میں کوئی شک کی گنجائش نہ رہتی۔ آخر کار ایک میں اور چار اور آدمیوں نے بشمول حضرت اقدس حضرت ناظم اعلیٰ کے ہم نے لالہ اجمل شہیدؒ کے جسد مبارک کو اٹھایا اور قبر کے قریب جا کر قبر میں کھڑے ہوئے تین آدمیوں کے حوالے کیا۔ انہوں نے لالہ اجمل شہیدؒ کو رحمت حق کے سپرد کیا۔ میں نے روتے ہوئے لالہ اجمل شہیدؒ کو اللہ کے حوالے کیا۔ اللہ آپ کو مجھے ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر جان قربان کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین! اور حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا فرمان کہ ''اگر قادیانی چاند پر بھی پہنچ گئے تو وہاں بھی ان کا تعاقب کیا جائے گا؟'' اس کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

بعد از تدفین ہم لوگ بجھے دلوں کے ساتھ واپس ہوئے اور یہ سوچتے ہوئے کہ ہمیں بھی اس گھر (یعنی قبر) میں آنے کی تیاری کرنی چاہئے اور آپ کو بھی اسی سوچ کی دعوت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!☆☆

ہماری زندگی کے دو اہم پہلو

مولانا شمس الحق ندوی

ہم غور کرتے ہیں تو یہ ناقابل انکار اور روز روشن کی طرح عیاں حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو تو پیدائشی اور فطری ہے جو ہر انسان میں یکساں پایا جاتا ہے اور از خود اس پہلو کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، کسی تحریک و ترغیب اور دعوت و تشویق کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پیش آتی، انسان اس کو از خود اپناتا اور اس کے تقاضے کو پورا کرتا ہے بالکل اس طرح جس طرح پانی ڈھال کی طرف بہتا ہے یا پودا اوپر کی طرف بڑھتا ہے، یہ پہلو ہے انسان کی طبعی ضرورت و بشری تقاضوں کا، جیسے کھانے پینے اور زندگی گزارنے کے دوسرے اسباب و وسائل کے حصول کا فکر مند ہونا اور اس کے لئے بلا کسی دعوت و ترغیب کے کوشش کرنا، زندگی کا یہ پہلو مومن و کافر سب کے لئے یکساں ہے، اس میں کفر و ایمان کا کوئی فرق و امتیاز نہیں، سارے طبعی تقاضے مومن و کافر سب میں یکساں پائے جاتے ہیں، یہ وہ پہلو ہے کہ اس کے لئے کوئی ادارہ قائم کرنے، لوگوں کو کمانے اور حصول رزق کے لئے، دیگر اسباب معاش کو اپنانے کے لئے کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں، اس کا احساس و جذبہ انسان میں پیدائشی پایا جاتا ہے، ہر انسان از خود اس پر عمل کرتا ہے۔

دوسرا پہلو ایمان کا پہلو ہے، یہ خاص ہے مومن بندوں کے ساتھ، اس پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خلاق سے احکام لے اور اس پر عمل کرے، انسان حرام و حلال میں تمیز کرے، معاش کے لئے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ کن طریقوں سے جائز و درست ہے؟ اور کن طریقوں کو اپنانے سے اسلامی غیرت و حمیت کو ٹھیس پہنچتی ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد اصلی کیا ہے؟ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے؟ لین دین، کاروبار، گھر اور بازار میں کس طرح رہے؟ باپ ہے تو اولاد کی تعلیم و تربیت کی اس پر کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اولاد ہے تو ماں باپ کے اس پر کیا حقوق ہیں؟ شوہر ہے تو بیوی کے ساتھ کیسا سلوک کرے؟ بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کا کس طرح پاس و لحاظ کرے؟ حاکم ہے تو محکوم پر کیسی شفقت و عنایت کا معاملہ کرے؟ محکوم ہے تو آقا کے حکموں کی بجا آوری میں کیسا مستعد رہے؟ غرض یہ کہ پورے نظام معاشرت میں اس کا کیا کردار ہو؟ زندگی کے ہر ہر عمل میں اپنے خالق و مالک کی رضا جوئی و خوشنودی کا کیسا خیال رکھے؟

> **مومن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خلاق سے احکام لے اور اس پر عمل کرے، انسان حرام و حلال میں تمیز کرے، معاش کے لئے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ کن طریقوں سے جائز و درست ہے؟ اور کن طریقوں کو اپنانے سے اسلامی غیرت و حمیت کو ٹھیس پہنچتی ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد اصلی کیا ہے؟ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے؟ لین دین، کاروبار، گھر اور بازار میں کس طرح رہے؟**

انسانی حقوق کا معاملہ ہو تو جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی۔ ”لن یومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ“ دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خبر گیری کرے، یہ وہ انسانی قدریں ہیں، جن کی دعوت و تبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا راز پنہاں ہے، اس کی ذات سے، قول و عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے: ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ.“

انبیاء کرامؑ اس دوسرے ہی پہلو کا شعور بیدار کرنے اور جگ ریت میں بدمست و کھوئے ہوئے انسانوں کو ہوشیار کرنے کے لئے آتے ہیں کہ جب بھی انسان زندگی کے پہلے رخ پر لگ کر

ایمان کے پہلو سے غافل ہوا ہے، دنیا میں بڑا فساد وبگاڑ پیدا ہوا ہے اور اس کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں اور صاحب سطوت و جبروت بادشاہتیں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے منادی گئی ہیں، قرآن کریم نے ایسے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں کہ سجا سجایا ملک چھوڑ کر آن کی آن میں مٹیوں میں کھجور کے تنوں کی طرح ڈھیر تھے۔

دوسرے پہلو کی طرف توجہ دینا اور انسانوں میں اس کا شعور بیدار کرنا، اب یہ امت مسلمہ کے ذمہ ہے کہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد یہی امت دعوت ہے، اگر یہ امت اپنے دعوتی کام کو چھوڑ دوسری قوموں کے ساتھ مادیت کی ریس میں شامل ہوجاتی ہے تو نہ صرف اس کا اپنا وجود وتشخص ختم ہوجائے گا بلکہ دنیا نہایت ہیبت ناک حالات سے دوچار ہوگی، فکر وتشویش کی بات یہ نہیں کہ دنیا میں مادیت کا غلبہ بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی انارکی اور افراتفری کا عالم بپا ہے، بلکہ فکر وتشویش کی بات یہ ہے کہ جو امت اس عالم کی محاسب ونگراں تھی، وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر مادیت کے سیلاب میں بہی چلی جارہی ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر انتہائی اضطرار و اضطراب کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ: ''اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لن تعبد ''(اے خدا! اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کردیا تو کبھی تیری عبادت نہ ہوگی) اس بات کا صاف اعلان ہے کہ اس امت کا وجود قافلۂ انسانیت کی رہبری ورہنمائی کے لئے ہوا ہے۔

شور ہے کہ مسلمان سارے عالم میں مظلوم و مقہور ہیں، مسلمان قوم اس ظلم وقہر سے نہ مٹی ہے نہ مٹ سکتی ہے، اس کی بقاوفنا کا انحصار اس کے اپنے کردار وتشخص وامتیاز پر ہے، اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ قوم اپنی اصل ذمہ داری یعنی زندگی کے ایمانی پہلو کے تقاضوں کو چھوڑ کر دوسری قوموں کی ساتھ زندگی کے پہلے رُخ پر چل پڑی ہے، خصوصاً اس کے لیڈر اور سربراہ بُری طرح اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور ہوش وخرد اس حد تک کھوچکے ہیں کہ کچھ سننے سنانے کے لئے تیار نہیں، وہ ہر سودا کرنے کے لئے تیار ہیں، ان کو عہدہ اور منصب ملنا چاہئے۔

امت مسلمہ بہت زخم کھاچکی، اب اس کو بیدار ہونا چاہئے اور اپنی صلاحیتوں کو مقصد اصلی میں استعمال کرنا چاہئے، یہ قوم دشمنوں کے مارنے سے نہ مرے گی بلکہ اپنی اخلاقی اور ایمانی موت سے مرے گی، ہم کو اس کی فکر کرنی چاہئے کہ مسلمانوں کو اخلاقی وایمانی موت سے بچائیں اور ان کے اخلاق وکردار کا معیار اتنا اونچا کریں کہ نظر پڑتے ہی معلوم ہوجائے کہ یہ ٹکسال محمدی کے ڈھلے ہوئے سکے ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں، وہی معراج انسانیت ہیں، وہی فلاح دارین کی ضمانت ہیں۔

☆☆..........☆☆

سہ روزہ ردِ قادیانیت وعیسائیت کورس، نواب شاہ

نواب شاہ (بلال خان) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب کے زیر اہتمام ۲۵ تا ۲۷؍دسمبر ۲۰۱۳ء کو جامع مسجد کبیر میں سہ روزہ ردِ قادیانیت وعیسائیت کورس منعقد کیا گیا۔ کورس میں دو نشستیں رکھی گئیں ایک مغرب تا عشاء، دوسری بعد نماز عشاء ڈیڑھ گھنٹہ، آخر میں سوال جواب کے لئے وقت مختص کیا۔ ۲۵؍دسمبر بروز منگل کو کورس کی ابتداء ہوئی، تلاوت کی سعادت مولانا عطاء الرحمٰن مدنی نے حاصل کی۔ پہلی نشست مغرب تا عشاء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کے مبلغ مولانا تجمل حسین نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کرتے ہوئے ''شرائط نبوت اور مرزا قادیانی'' کے عنوان پر گفتگو کی اور حوالہ جات نوٹ کرائے۔ دوسری نشست میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مرکزی مبلغ مولانا مفتی محمد راشد مدنی نے ''حقانیت اسلام اور مذاہب باطلہ کی حقیقت'' کے عنوان پر تفصیلی لیکچر دیا۔

۲۶؍دسمبر بروز بدھ.... دونوں نشستوں سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ''اوصاف نبوت'' اور ''کذبات مرزا'' کے عنوان پر تفصیلی بیان کیا اور حوالہ جات نوٹ کرائے۔

۲۷؍دسمبر بروز جمعرات.... پہلی نشست سے مولانا مفتی راشد مدنی نے ردِعیسائیت کے موضوع پر تفصیلی لیکچر دیا اور حوالہ جات نوٹ کرائے۔

دوسری اور آخری نشست سے حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ''عقیدۂ ختم نبوت کا ثبوت قرآن اور احادیث سے'' کے موضوع پر بیان کیا اور دعا کرائی۔ اس سہ روزہ کورس میں شرکاء کو کاپی اور قلم انتظامیہ کی طرف سے دیئے گئے اور کورس کے اختتام پر شرکاء میں اردو اور سندھی زبان میں مجلس کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

مسلمانوں کی حالتِ زار

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

اسلام کامل و مکمل دین ہے، بہت سے لوگ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کے احکام پر چلنے کے بجائے دنیا کے رواج یا دشمنوں کے طور طریق کو اختیار کرتے ہیں جوانی اور بڑھاپا سب اسی میں ختم کر دیتے ہیں، گناہگار ہو کر جیتے ہیں اور اسی حالت میں مر بھی جاتے ہیں۔ بے نمازی ہو کر اور داڑھیاں منڈی ہوئی صورت لے کر قبروں میں چلے جاتے ہیں۔ نیز حج وعمرہ کے لئے بھی یہ صفاچٹ چہرہ لے کر جاتے ہیں پھر اسی طرح واپس ہو جاتے ہیں۔ حاجی صاحب ہیں لیکن شکل وصورت، اطوار و عادات اور ظاہر و باطن دشمنانِ اسلام کے مطابق ہوتی ہیں، اس کو ہنر، کمال اور عزت بھی سمجھتے ہیں، یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ ایک طرف امتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونے کا دعویٰ اور دوسری طرف صورت "عدو اللّٰہ" (اللہ کے دشمن) اپنانے کا شیوہ، دراصل نفس اور شیطان دینی صلاح و فلاح کے کاموں سے روکتے ہیں اور مومن بندوں کو آخرت کی کامیابی سے محروم رکھنا چاہتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں سے تقریباً زندگی کے تمام شعبوں میں یہی گناہگار والی زندگی اختیار کر رکھی ہے۔ اول تو نماز کو دیکھو جس کا قیامت کے دن سب سے پہلے حساب ہوگا، نماز کا اہتمام اور پابندی، نیز صحیح ارکان ادا کرنے والے بہت کم ہیں، پھر جو پڑھنے والے بھی ہیں، ان میں بہت سوں کو نماز صحیح یاد نہیں ہوتی، بہت سے لوگ تو جلدی میں آیا والی جلدی جلدی نماز پڑھتے ہیں، جو پڑھتے نہیں بلکہ پڑھنے کا جھوٹا نام کر کے چل دیتے ہیں، ایک دومنٹ میں چار رکعتیں اور دعا وغیرہ سب نمٹا کر فارغ ہو جاتے ہیں، جیسے بیگار والا کام کیا جاتا ہے، یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ آخرت میں اس کا حساب ہوگا، نماز صحیح نکلی تو ثواب ملے گا، صحیح نہ ہوئی تو دوسرے اعمال بھی فاسد اور خراب نیز بے فائدہ ثابت ہوں گے اگر سالن میں نمک کم رہ جائے تو بیوی کی جان کھا جائیں گے، اگر نوکر سے ذرا سی لغزش ہو جائے تو بُری طرح ڈانٹ دیں اور تنخواہ کاٹ لیں، لیکن احکام الحاکمین جل مجدہ کی بارگاہ میں کیسی نماز لے کر حاضر ہوں گے اس کی کوئی فکر نہیں۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے اول تو اس کی ادائیگی کا دھیان ہی نہیں اگر کسی کو کچھ خیال بھی ہے تو حساب سے نہیں دی جاتی بلکہ چند روپے، دو چار فقیروں کو دے کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے مال کا فریضہ ادا کر دیا، اب تجارت کو لے لو، کسب مال کے جو طریقے کافروں نے اپنا رکھے ہیں، ان ہی طریقوں سے مسلمان لوگ پیسہ کماتے ہیں، قرآن و حدیث کے احکام کو بالکل سامنے نہیں رکھتے جو چاہتے ہیں خریدتے ہیں، جو چاہتے ہیں بیچتے ہیں، حلال و حرام سے کوئی تمیز بالکل نہیں، صرف مال چاہئے، ملکیت اور قبضہ میں مال آنے سے پہلے ہی بیچے جا رہے ہیں، سودی کاروبار بھی ہو رہا ہے، خلاف شرع طریقوں پر چاندی اور سونے کی خرید و فروخت ہو رہی ہے، کاروبار میں قمار یعنی جوا بھی ہے، یہ کیا ایمان داری اور دین داری ہے؟

ملازموں کو دیکھ لو، پیسے کمانے کا یہ بھی ایک سلسلہ ہے، اگر ملازمت امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ ہو تو دنیاوی ضرورت پوری کرنے کے لئے یہ بھی ایک اچھی چیز ہے، ملازم کو اس کا دھیان رکھنا چاہئے کہ یہ پورا وقت دے، ملازمت کے وقت میں ملازمت والا ہی کام ہو اگر ڈیوٹی پر موجود ہے اور کام نہیں کیا تو تنخواہ حلال نہ ہوگی۔ ایسے ہی اگر صاحب دکان کے مال میں خیانت کی تو اس خیانت کا وبال ہوگا، آخرت میں عذاب بھگتنا ہوگا اور اگر مستقل ملازمت نہیں بلکہ یومیہ مزدوری کرتے ہیں تو اس میں بھی دیانت داری سے پورا کام کرے، ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی نے دیوار بنوانے کے لئے مزدور لگائے تو جب تک مالک سامنے بیٹھا ہے کام کر رہے ہیں اور جب نظروں سے ذرا سا بھی اوجھل ہوا تو حقہ بیڑی اور سگریٹ پینے لگے، یہ بھی بہت بڑی خیانت ہے جتنی دیر مزدوری والا دوسرا کام کے علاوہ کام کیا ہوا تنی دیر کی تنخواہ حلال نہیں ہوتی۔

کافروں نے بینک جاری کر دیے، پیسہ رکھنے والوں کے لئے سود دینے کا رواج بھی چلا دیا کافر تو دھڑلے سے سود لیتے رہتے ہیں، مسلمانوں کی بھی رال ٹپک پڑی وہ بھی سود لینے لگے، اگر مولویوں نے سمجھایا تو انہیں کوسنے لگے کہ یہ لوگ ترقی کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں اور خود ہی سود کے حلال ہونے کا فتویٰ دے لیا اور فرما دیا کہ اس کا نام "منافع" رکھ لیا

جائے، حالانکہ نام رکھنے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہوجاتی جیسا کہ بورڈ بدلنے سے دکان نہیں بدلتی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”لعن اللہ الیہود حرمت علیھم الشحوم فجملوھا فباعوھا۔“

(رواہ البخاری، مسلم)

ترجمہ: ”یعنی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود پر اللہ تعالیٰ نے ان پر چربیوں کا استعمال حرام قرار دے دیا تھا۔“

انہوں نے چربیوں کو اچھی صورت میں بنادیا انہیں پگھلادیا اور خوشبو ملائی پھر بیچ دیا (اور نفس کو یوں سمجھایا کہ ہم نے چربی تو نہیں بیچی ہم نے تو تیل بیچا) ایسی حرکتیں اسلام کے دعویدار بھی کرتے ہیں، بہرحال احادیث شریف سے معلوم ہوا کہ نام بدلنے سے حرام چیز حلال نہیں ہوجاتی۔

سود کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سوآء۔“ (رواہ المسلم)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کی لعنت رہے سود کھانے والے پر اور اس کے کھلانے والے پر کاتب بننے والے پر اور اس کے گواہ بننے والوں پر اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔“

اب لعنت پر تو لوگوں کی نظریں نہیں گویا انہیں ملعون ہونا منظور ہے بایں ہمہ وہ سود لینے دینے سے پرہیز کرنے کو تیار نہیں، بلکہ بڑی خوشی سے بینک کی نوکری اور منیجری قبول کرتے ہیں، سود کا گواہ بھی بنتے ہیں اور لکھا پڑھی بھی کرتے ہیں، دراصل دشمنوں نے جو رواج ڈال دیئے ہیں، اس پر خوش ہیں اور اسی کی اتباع بھی کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قمار کی بات بھی آجاتی ہے، قمار جوئے کو کہتے ہیں، عربی میں اس کا دوسرا نام ”میسر“ ہے، شریعت اسلامیہ میں یہ بھی حرام ہے، لیکن اسلام کے دعویدار شریعت کے اس قانون سے بھی ناراض ہیں۔ دکانوں کا بیمہ، زندگی کا بیمہ، خریدے ہوئے مال کا بیمہ، سب کچھ اختیار کرلیتے ہیں بلکہ بہت سی مرتبہ اپنی رقم چلی جاتی ہے اور بعض مرتبہ کچھ زائد مال مل جاتا ہے تو اسے حلال سمجھ کر تجوری میں رکھ لیتے ہیں، اگر ایک دفعہ زائد مال مل جائے تو بار بار جوا کھیلتے رہتے ہیں اور ہر مرتبہ زیادہ ملنے کی امید لگائے رہتے ہیں، نیز اس جذبہ کی وجہ سے لاکھوں روپے برباد کرتے رہتے ہیں۔

دشمنوں نے کھانے پینے اور استعمال کی چیزیں نکالی ہیں، لباس نئی نئی وضع کے تراشے ہیں، مسلمان جو کچھ دیکھتے ہیں اسے فخریہ قبول کرلیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ چیز یورپ سے آئی ہے، اس میں سور کی چربی ہے، اگرچہ یقینی نہیں، پر غالب گمان تو ہے ہی، یہ بسکٹ ہیں جن میں کریم بھرا ہوا، یہ مرغی ہے پتہ نہیں اس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہے یا نہیں، یہ برازیل کا گوشت ہے اس کے بارے میں تو یقین ہے کہ بغیر بسم اللہ کے ذبح کئے ہوئے جانور کا ہے، ان سب باتوں کے باوجود ان چیزوں کے کھانے سے نہیں بچتے، پھر خود ہی مفتی بن جاتے ہیں کہ فلاں حکومت نے یہ مال باہر سے کیوں منگوایا، سب گناہ اور الا بلا حکومت کے ذمہ ڈال دیتے ہیں، اپنے گناہ دوسروں پر ڈالنے سے اور یہ عقیدہ تراشنے سے کہ ہم پر گناہ کچھ نہیں سب گناہ ان پر ہے، جنہوں نے مال منگوایا ہے ان باتوں سے آخرت کے عذاب سے نہیں بچ جائیں گے۔

دنیا میں مسلمانوں کے کثیر تعداد میں ممالک ہیں اول تو سب کو مل کر ایک ہی مملکت بنانی چاہئے ایک ہی امیر المومنین ہو اور سب اس کی فرمانبرداری کریں، اگر ایسا کریں تو سارے دشمنوں پر رعب ہو، مگر وہاں تو اصحاب اقتدار ہی دشمنوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں، اگر ساری حکومت ایک مملکت نہیں بن سکتی کم از کم یہ تو ہر ملک والے کرسکتے ہیں کہ حلال جانور پالیں، ان کے بڑے بڑے فارم ہوں، جانور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کئے جائیں اور بازاروں میں حلال گوشت کو رواج دیں اور کافروں کے ملکوں سے ایکسپورٹ کرنا بند کردیں، جس طرح حلال گوشت کا حکومت انتظام کرسکتی ہے، اسی طرح دوسری استعمالی چیزیں جو یورپ اور امریکا سے طلب کی جاتی ہیں، ان کا بدل اپنے ملک میں ہی تیار کریں، اپنی مصنوعات کو ترقی دیں، عوام خود اپنی ہی تیار کردہ چیزیں استعمال کرنے پر مجبور ہوں گے مگر وہاں تو مصیبت یہ ہے کہ اصحاب اقتدار کو ان ممالک کو راضی رکھنا ہوتا ہے، جہاں سے مال منگوایا جاتا ہے، جیسا کہ دشمنان اسلام نے داڑھی نہ رکھنے کا سلسلہ کیا تو اتباع اسلام کا دعویٰ کرنے والوں نے اس کو بھی اپنا لیا اور اپنی زندگی کو اس کا مسئلہ بنالیا، صبح کو شیونگ، شام کو شیونگ، دفتروں میں داڑھی مونڈے بغیر نہیں بیٹھ سکتے، دکانوں میں داڑھی مونڈھے بغیر چہرے لے کر نہیں جاسکتے اور بازاروں میں داڑھی مونڈائے بغیر جائیں تو خفت محسوس ہوتی ہے کہ دشمنان اسلام بُری نظروں سے دیکھیں گے اور دقیانوسی ہونے کا طعنہ دیں گے۔

ارے خدا کے بندو! کافروں اور فاسقوں سے شرماگئے ان کو راضی رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ناگوار ہونے لگی؟ کیا یہ ایمانی تقاضوں کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ یوں سمجھتے ہیں کہ داڑھی نہ مونڈیں گے تو دنیا میں عزت سے کیسے جئیں گے؟ ارے جاہلو! عزت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت ہو اور اصل عزت وہ ہے جو موت کے بعد حاصل ہو۔ چنانچہ سورۂ نساء میں ارشاد ربانی ہے:

"ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔"

ترجمہ: "کیا کافروں کے پاس عزت چاہتے ہیں؟ سو عزت ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔"

اور یہ بات بھی غلط ہے کہ داڑھی نہ مونڈیں گے تو عزت کے ساتھ کیسے جئیں گے؟ دیکھو سکھ بھی داڑھی رکھتے ہیں تاہم یورپ وایشیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے شعار کو باعث افتخار سمجھتے ہیں نیز ایک سکھ ہندوستان کا صدر بھی رہ چکا ہے، وہ تو اپنی داڑھیاں رکھنے اور بڑھانے میں خفت محسوس نہیں کرتے، مگر مسلمان کو کیا مصیبت ہے کہ شیطان کی بات مانیں اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو اپنے لئے بے عزتی سمجھیں، ایک اور بات بھی تجربہ کاروں نے بتائی ہے کہ نصاریٰ جو خود اپنی داڑھیاں مونڈتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت کے علاوہ اپنے لئے دوسری صورت اختیار کرتے ہیں وہ خود نماز والے اور داڑھی والے مسلمانوں کی دل سے عزت کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ اپنے دین میں پکے ہیں مگر تعجب ہے ان لوگوں پر جو اپنے ملکوں میں داڑھیاں رکھ لیتے ہیں پھر جب یورپ وامریکا کا سفر کرتے ہیں تو داڑھیاں مونڈے بغیر جہاز میں نہیں بیٹھتے۔

اسی طرح بہت سی عورتوں کا یہ طور طریقہ سننے میں آیا ہے کہ ایشین ممالک میں وہ برقع پہنے رہتی ہیں اور جب یورپ جانے کے لئے جہاز میں بیٹھتی ہیں تو برقع اتار کر تھیلے میں رکھ لیتی ہیں۔ اسلام کے پیروکاروں نے مخلوق کو راضی کرنے کے لئے کیسی گناہگاری کی زندگی اختیار کررکھی ہے، اے اسلام کے دعویدار و اتم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو، تجھے تو ایمان اور ایمانیات سے عزت اور فخر محسوس کرنا چاہئے تو کیوں کافروں کی اتباع کرتا ہے، ایمانی اعمال تجھے کیوں پسند نہیں، غور کرلے دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے، مرنا بھی ہے قبر بھی درپیش ہے، آخرت میں بھی پیشی ہونی ہے۔ نیز اسلام کے دعویدار داڑھیاں مونڈنے کے ساتھ ساتھ یورپین لباس پہن کر بھی فخر کرتے ہیں، ہیں تو سیّد صاحب اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، رضوی، علوی اور کاظمی صاحب لیکن ان اکابر سے کچھ بھی نسبت نہیں، جن سے اپنے نسب کا جوڑ لگاتے ہیں۔ یہ سیّد صاحب ہیں مگر گلے میں ٹائی لگی ہوئی ہے اور پتلون کسی ہوئی ہے، جو ٹخنوں سے نیچے لٹکی ہوئی ہے، نیز اپنے نام کے ساتھ سیّد اور ہاشمی لگائے بغیر نام نہیں بتاتے کیا یہ کافرانہ وضع قطع اور لباس اس نسبت پر ظلم نہیں ہے جس پر نام بتاتے وقت ضد کرتے ہیں، بہت سے لوگ جنہیں دین داری کا گمان اور گھمنڈ ہے اور اپنے خیال میں دین کے داعی بھی ہیں، ایسے لوگ ماحول سے دبتے ہیں اور تھوڑی سی داڑھی رکھ لیتے ہیں اور اوپر سے یوں کہتے ہیں کہ اتنی داڑھی رکھنا کافی ہے جو چالیس قدم سے نظر آجائے، یہ ان لوگوں کی گمراہی کی بات ہے اور دین میں تحریف ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اعفوا اللحی" ...داڑھی کو خوب اچھی طرح بڑھاؤ... بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں: "ادخوا اللحی" ...داڑھیوں کو خوب اچھی طرح چھوڑ دو... غیر مسلمین قوم یا مذہب کے طور پر مرنے والے کی بیویوں اور بیٹیوں کو میراث کا حصہ نہیں دیتے جو کچھ ہوتا ہے، جس کے پلے پڑتا ہے وہ لے اڑتا ہے، اب مسلمانوں میں بھی یہی مصیبت ہے، بہت کم شریعت کے مطابق میراث تقسیم کی جاتی ہے، لڑکیوں اور مرنے والوں کی بیویوں کو عموماً حصہ دیتے ہی نہیں، بیٹے ہی قبضہ کرکے بیٹھ جاتے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور حق العباد پر غاصبانہ قبضہ بھی ہے اور جنس ضعیف یعنی بہنوں اور ماؤں پر ظلم بھی ہے۔ حقیر دنیا کے لئے مال پر غاصبانہ قبضہ کرلینا اور بہنوں ماؤں کو محروم کردینا آخرت کے حساب سے غفلت اور بے فکری کا نتیجہ ہے، جب وہاں نیک اعمال سے حقوق العباد کی ادائیگی کرنی پڑے گی تو یہ جائیدادیں اور نوٹوں کی گڈیاں جن پر قبضہ کرلیا تھا، مصیبت اور عذاب بنیں گی، جو کہ کافرانہ رواج مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے۔

بہرحال یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مذہب اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب میں بیٹی کے لئے میراث میں کوئی حصہ نہیں، اگرچہ کچھ لوگ عورتوں کے حقوق کی رٹ لگاتے ہیں اور مرد کے برابر دیکھنا چاہتے ہیں، بے حیائی، بے پردگی اور بے شرمی میں عورتوں کا بھلا سمجھتے ہیں (ان کا جھوٹا خیال ہے کہ عورت مردوں کی طرح بازاروں میں بے پردہ ہوکر گھومنے لگے تو انہیں مردوں کی برابری حاصل ہوجائے گی) لیکن میراث میں حصہ دلانے کو تیار نہیں، جو ان کی ضرورتوں میں کام آئے، دراصل دشمنان دین کو سب سے زیادہ یہ بات کھٹکتی ہے کہ اسلام میں پردہ کا حکم ہے اور بے حیائی سے روکا جاتا ہے۔ اس بے حیائی کی محبت میں انہیں اسلام کی خوبیاں نظر نہیں آتیں اور یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ میراث میں عورت کا آدھا حصہ ہے لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے نزدیک تو آدھا بھی نہیں، مگر شریعت اسلامیہ نے لڑکی کو میراث کا حصہ بھی دلایا اور اس کے لئے مہر مقرر کرنے کا حکم بھی دیا ہے کہ جب اس کا نکاح ہوگا تو وہ جتنا چاہے مہر مقرر کرسکتی ہے، یہ مہر اور میراث کا حصہ مل کر اس کا اچھا خاصا گزارا ہوسکتا ہے، نیز لڑکوں کو دوگنا حصہ دینے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ انہیں بیویوں کے مہر بھی دینے ہیں اور بچوں کی پرورش بھی کرنے ہے، مگر اسلامی

قوانین کے اتباع پر وکیلوں اور پٹواریوں، تحصیل داروں اور ان کے کارندوں کو بھی یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ متوفی کا لڑکا شریعتِ اسلامیہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی بہنوں کو باپ کی میراث کا حصہ دینے لگے بلکہ لڑکے کو آمادہ کرتے ہیں کہ تو سب منقولہ وغیر منقولہ جائیداد اپنے نام کرلے، لوگوں کو ایک غلط فہمی اور ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اسلام کی طرف نسبت رکھتے ہیں، چونکہ ہمارا دین اسلام ہے، اس لئے ہمیں اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں اسلام کو بدل دیں اور جس طرح چاہیں نرم کرلیں اور جو چاہیں نسخ کردیں اور جو چاہیں مسخ کردیں، اپنا ہی دین تو ہے بدل لو تو کیا ہے؟ یہ ان لوگوں کی جہالت، حماقت اور ضلالت ہے، دین تو اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے اپنی کتاب قرآن مجید میں عقائد اور احکام بیان فرمائے ہیں اور مہبط وحی یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان کرائے ہیں، اب جو شخص اسلام کا دم بھرے وہ تو کتاب وسنت کے احکام کا پابند ہے، اللہ تعالیٰ کے دین میں ردوبدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے، جیسے یہود و نصاریٰ نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کا لایا ہوا دین بدل دیا، اسلام کا نام لینے والے ملحد اور زندیق بھی ان کے پیروکار بننا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

”قل ارئیتم ماانزل اللّٰہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراماً و حلالاً قل آللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون۔“

ترجمہ: ”آپ فرمادیجئے کہ تم بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لئے رزق نازل فرمایا ہے سو تم نے اس میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دے دیا، آپ فرمادیجئے کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہو۔“

آیت کریمہ سے معلوم ہوگیا کہ تحریم و تحلیل کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا میں تشریف رکھتے تھے، آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اب احکام منسوخ ہونے کا کوئی راستہ نہیں رہا، ہم نے حق واضح کردیا:

”لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حی عن بینۃ۔“

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو محرفین اور ملحدین سے محفوظ فرمائے اور جو لوگ آزاد منش ہیں، ان کو تنبیہ کرنے کے لئے جب حضرات علماء کرام کچھ لکھتے ہیں یا زبانی طور پر حق کا اظہار کرتے ہیں تو یہ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ مولویوں کو بس کافر بنانا اور دوزخ میں بھیجنا ہی آتا ہے اور مولوی دین کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں، جب یہ بات حق ہے کہ دین قرآن اور حدیث ہی سے ملتا ہے تو جس کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہوگا، وہی دین کا ٹھیکیدار ہوگا، اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ مالیات کے کاروبار کا ٹھیکہ وہی لیتا ہے جس کے پاس مال ہوتا ہے اور تجارت میں ماہر ہوتا ہے فقیر آدمی جسے تجارت کی کچھ بھی شد بد نہ ہو وہ بڑی بڑی کمپنیوں کا کیسے ٹھیکہ لے سکتا ہے؟ رہی یہ بات کہ علماء و مفتیان کرام صرف کافر بنانا ہی جانتے ہیں، سو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علماء کرام و مفتیان عظام کسی کو کافر نہیں بناتے بلکہ قرآن کریم کی تحریفات اور عقائد اسلامیہ کے انکار کرنے کی وجہ سے ملحد اور زندیق خود ہی کفر اختیار کرلیتے ہیں، تو علماء بتادیتے ہیں کہ تو کافر ہوگیا، اب ان کا احسان ماننے کے بجائے ان کی شکایتیں کرنا، بُرے الفاظ سے یاد کرنا گھر بیٹھ کر صلواتیں سنانا یہ تو خود اپنی جان پر ظلم ہے۔

واللہ الھادی الی سبیل الرشاد ☆☆

گوہر شاہی کے اشتعال انگیز بینروں پر پابندی لگائی جائے: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بدنام زمانہ تنظیم ”سرفروشانِ اسلام“ جشن میلاد کی آڑ میں اپنی ملحدانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے

ریاض گوہر شاہی عدالت کا سزا یافتہ ہے، تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام اسے کافر قرار دے چکے ہیں

کراچی (پ ر) جشن عید میلاد النبی کی آڑ میں گوہر شاہیوں کے جھنڈے اور پینا فلیکس آویزاں کرنے سے مسلمانوں میں اشتعال پایا جاتا ہے۔ انتظامیہ فوری نوٹس لے کر ان جھنڈوں اور بینرز کو اتارے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا قاضی احسان احمد نے منظور کالونی میں تربیتی نشست سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ سرفروشان اسلام نامی تنظیم کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی کے کفریہ عقائد و نظریات کی بنا پر تمام مکاتب فکر کے علماء اور مفتیان کرام اسے کافر قرار دے چکے ہیں۔ علاوہ ازیں عدالت نے بھی گوہر شاہی کو مجرم ثابت ہونے پر اسے ۹۳ سال قید کی سزا سنائی تھی۔ مگر اس کے پیروکار اور چیلے اب بھی مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے جشن عید میلاد النبی کی آڑ میں اپنی ملحدانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ سال بھی چند شرپسند عناصر نے سرفروشانِ اسلام کے جھنڈے اور بینرز آویزاں کئے تھے، جسے انتظامیہ نے بروقت کارروائی کرکے اتار دیا تھا۔ امسال پھر بلوچ پل اور دیگر علاقوں میں پینا فلیکس اور جھنڈے آویزاں کئے گئے ہیں۔ ہم انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کے خلاف بروقت اقدام کرکے مسلمانوں میں پائے جانے والے اشتعال کا ازالہ کریں۔

علامہ محمد عبدالستار تونسویؒ کی حیات وخدمات

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، حضرت مولانا خان محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید، سرمایۂ اہلسنت، رئیس المناظرین، ہزاروں علماء کے استاذ ومربی، اسوہ صحابہؓ کے سچے پیرو، اتحاد امت کے داعی، نمونۂ اسلاف، شعلہ نوا مقرر، کہنہ مشق مدرس حضرت مولانا محمد عبدالستار تونسویؒ زندگی کی چھیاسی بہاریں گزارنے اور تقریباً ۶۰ برس دین متین کی بے لوث خدمت کرنے کے بعد ۸؍صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۱؍دسمبر ۲۰۱۲ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء خالق حقیقی سے جاملے۔ إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہ بأجل مسمی۔

حضرت علامہ عبدالستار تونسوی نور اللہ مرقدہ نے ۱۹۲۶ء میں بمقام تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مولانا حکیم اللہ بخشؒ کے ہاں آنکھ کھولی۔ آپؒ کے والد ماجد نہایت نیک سیرت، متقی، پاکباز، ذاکروشاغل، تہجد گزار اور شب بیدار انسان تھے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے مختلف اسکولوں میں تدریسی خدمت انجام دینے کے ساتھ خدمت خلق کے جذبہ کے تحت حکمت کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ غریب، نادار اور مفلوک الحال اشخاص کے بلامعاوضہ علاج ومعالجہ کے علاوہ ان کی مالی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔ اپنے محلہ کی مسجد ’’خلفائے راشدینؓ‘‘ میں چوبیس سال تک بلاتنخواہ امامت کے منصب پر فائز رہے۔ ہزاروں آدمیوں کو کتاب وسنت کی تعلیمات سے روشناس کیا۔ اسی کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت تونسویؒ جیسی اولاد سے آپ کو نوازا۔

حضرت تونسویؒ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد صاحب سے لی۔ ناظرہ قرآن کریم حافظ محمد عثمانؒ سے پڑھا، درجہ کتب کی تعلیم کے لئے آپؒ کو تونسہ شریف کی معروف ومشہور دینی درس گاہ مدرسہ محمودیہ میں داخل کرایا گیا، جہاں آپؒ نے فارسی، عربی، فقہ، منطق، فلسفہ، علم کلام، علم تفسیر سے لے کر دورہ حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ اساتذہ کا آپؒ پر اتنا اعتماد تھا کہ دوران تعلیم آپؒ کو نچلے درجات کے اسباق پڑھانے پر مأمور فرمایا۔ حضرت تونسویؒ کے نواسہ اور آپؒ کے مشن کے امین حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی مدظلہ لکھتے ہیں:

’’حضرت والا نے فارسی وصرف کی کتب ماہر صرف وعلوم فارسی جناب مولانا خالق داد صاحبؒ سے پڑھیں، دیگر نحو وفقہ کی کتابیں مولانا احمد جراحؒ، مولانا اللہ بخشؒ اور ادب کی کتب مولانا غلام رسولؒ سے پڑھیں۔ منطق ومعقول اور فلسفہ کے فنون جامع المعقول مولانا عبدالستار شہلانیؒ فاضل ریاست رام پور سے حاصل کئے۔ اور فقہ، میراث، تفسیر وحدیث کی مبسوط کتب استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا خان محمد صاحبؒ فاضل دارالعلوم دیوبند سے پڑھیں۔ ابتدائی کتب سے لے کر دورہ حدیث تک تمام علوم وفنون کی تکمیل جامعہ محمودیہ تونسہ میں ہی کی۔‘‘

یہ جامعہ محمودیہ حضرت خواجہ محمود صاحبؒ نے قائم کیا، جسے ترقی وتوسیع آپؒ کے فرزند حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ نے دی۔ موصوف صاحب فہم وذکاء، پابند صوم وصلوٰۃ، ذاکر اور علم دوست تھے۔ آپؒ کو اکابرین دیوبند سے والہانہ محبت تھی، خصوصاً حضرت مدنیؒ سے عشق کی حد تک تعلق تھا۔ تقسیم ہند کے حوالے سے بھی آپؒ حضرت مدنیؒ کے موقف کے حامی تھے۔ جب حضرت مدنیؒ کے انتقال کی خبر حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے ہاں پہنچی تو آبدیدہ ہوگئے، فوراً مدرسہ محمودیہ تشریف لائے، جہاں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ پڑھا رہے تھے۔ حضرت کی درس گاہ میں پہنچ کر روتے ہوئے فرمایا: آج آپ کے استاذ بلکہ پورے ہند کے استاذ انتقال فرماگئے ہیں۔ اس لئے آپ کو اطلاع دینے اور آپ سے تعزیت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ افسوس! اگر میرے پاس ہوائی جہاز ہوتا تو میں ضرور حضرت مدنیؒ کے جنازہ میں شریک ہوتا، مگر افسوس یہ سہولت میسر نہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی اکابرین دیوبند سے محبت وشیفتگی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے تونسہ میں کئی مرتبہ جلسوں کا اہتمام کیا، مگر علمائے دیوبند کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو دعوت نہیں دی، چنانچہ حضرت تونسویؒ کے بیان کے مطابق خواجہ صاحبؒ کے جلسہ

بں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، بطلِ حریت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، اور خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تشریف لاتے رہے، جن کے بیانات سے ہزاروں لوگ مستفیض ہوئے۔

آپ کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ، حضرت خواجہ نظام الدین تونسویؒ مہتمم جامعہ محمودیہ اور والد صاحبؒ نے باہمی مشورہ سے طے کیا کہ اُنہیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں اکتساب علم کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا جائے، چنانچہ ۱۹۴۵ء کے اواخر میں آپؒ کو دیوبند بھیجا گیا۔ حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب لکھتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند میں جن اساطین علم وفن اور اکابر اساتذہ سے آپؒ نے علم حدیث میں کسب فیض کیا، اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری شریف وترمذی شریف، شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے ابوداؤد شریف اور شمائل ترمذی، استاذ الحدیث مولانا بشیر احمدؒ سے مسلم شریف، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ سے ابن ماجہ شریف اور استاذ الحدیث مولانا فخرالحسنؒ سے نسائی شریف پڑھیں۔ علاوہ ازیں مؤطا امام محمد اور طحاوی شریف علی الترتیب استاذالحدیث مولانا عبدالخالق صاحبؒ، حضرت مولانا نافع گلؒ اور مولانا عبدالحق آف اکوڑہ خٹک سے پڑھیں اور یوں علوم دینیہ سے سیراب ہوکر فیضیاب ہوئے۔

......آپ کو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی استفادہ کا موقع ملا، چونکہ مولانا عثمانیؒ کی رہائش دیوبند ہی میں تھی تو آپ وقتاً فوقتاً ان کے پاس جاکر فن تفسیر وحدیث سے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے اور حضرتؒ کی علمی مجالس اور دروس وبیانات میں شریک ہوتے رہے۔...... ایک دن حضرت تونسویؒ نے شیعہ وسنی کے نزاع پر مختلف سوالات کئے اور حضرت مدنیؒ نے بڑی فراخدلی سے جوابات دیئے، یہاں تک کہ گفتگو طویل ہوگئی۔ بعد از کلام حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ مولوی عبدالستار! آپ کا ذوق قابل داد ہے، میرا مشورہ ہے کہ یہاں سے فراغ کے بعد لکھنؤ چلے جاؤ، وہاں امام اہلسنت علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی سے ضرور استفادہ کرو۔''

حضرت تونسویؒ نے اپنے استاذ کے حکم کی تعمیل کے لئے دو سال حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے پاس گزارے اور ان سے ردِ شیعیت سیکھی اور اس کے امام ومناظر بنے۔

حضرتؒ نے تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے مادرِ علمی جامعہ محمودیہ تونسہ کو تدریس کے لئے منتخب کیا اور دس سال تک گلستان، بوستان سے لے کر سنن ترمذی اور صحیح بخاری تک تمام کتب پڑھائیں۔

حضرت تونسویؒ کا معمول تھا کہ شعبان، رمضان میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں دورہ حدیث سے فراغت پانے والے طلبہ کو دورہ تدریبیہ کے دوران ردِ شیعیت، فن مناظرہ کے اصول وضوابط اور اہل سنت اور تشیع کے درمیان مابہ النزاع مسائل کا حل عمدہ انداز میں ذہن نشین کرواتے تھے۔

ایک دن دوران سبق فرمایا کہ میں نے دس سال مدرسہ میں پڑھایا ہے، لیکن طلبہ کی عدم توجہ، ان کی روایتی سستی اور غفلت کے سبب میں نے فیصلہ کیا کہ عام مسلمانوں میں جاکر اُن کو سچے عقائد، اتباع سنت اور دین کی تبلیغ وتعلیم دوں، اس لئے میں نے تدریس ترک کی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ اپنی ہر تقریر کی ابتداء میں دین کا خلاصہ اور نچوڑ سامعین کے سامنے ضرور بیان فرماتے تھے۔ عام سننے والا آدمی سمجھتا تھا کہ شاید تونسوی صاحب ایک ہی تقریر کرتے ہیں، لیکن درحقیقت حضرتؒ لوگوں کو دین کا خلاصہ بتاکر اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے تھے۔

حضرتؒ کے بیان کے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرتؒ امت مسلمہ کی صلاح وفلاح اور ہدایت واستقامت کے لئے اپنے اندر کتنا درد اور جذبہ رکھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ماہنامہ بینات کے توسط سے آپؒ کا پیغام قارئین بینات تک پہنچ جائے گا۔ حضرتؒ کا بیان خطبہ مسنونہ کے بعد اکثر وبیشتر ان اشعار اور درج ذیل جملوں سے شروع ہوتا:

محمد از تو می خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را
ایمان ما اطاعتِ خلفاء راشدینؓ
اسلام ما محبت آل محمد است

یعنی ''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق مانگتے ہیں۔ خلفائے راشدینؓ کی اطاعت ہمارا ایمان ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آلؓ سے محبت کرنا ہمارا اسلام ہے۔''

پھر فرماتے: یہ خالص مذہبی، اسلامی، اصلاحی، دینی تبلیغی، تعلیمی اور خیرخواہی کا پروگرام ہے، جس کی غرض وغایت رضائے الٰہی ہے۔ ضروریات دین کی تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ کے دربار میں وہ نیکی قابل قبول نہیں جو اللہ کے دین کی تعلیم کے مطابق نہیں۔

آج کے دور میں اکثر لوگ اپنے دل ودماغ،

خواہش وخیال کی پیروی کر رہے ہیں، اس لئے ملک میں بڑا انتشار ہے، کئی فرقے ہیں، کئی جماعتیں ہیں، کئی گروہ ہیں۔ آپ حضرات کتاب وسنت کے مطالعہ سے یہ بات دیکھ لیں گے کہ تفرقہ مستقل اللہ کا عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب مقدس میں فرمایا: میں جس قوم پر ناراض ہوتا ہوں، اس پر آسمان سے پتھر برساتا ہوں، یا زمین میں دھنسا دیتا ہوں یا گروہ گروہ اور پارٹیاں پارٹیاں بنا دیتا ہوں۔ یہ فرقہ، تفرقہ، فتنہ وفساد بغض وعناد اللہ کا عذاب ہے۔

میرے مشائخ کی یہ کوشش ہے کہ ملک میں اتحاد ہو، یگانگت ہو، محبت وپیار ہو، اتحاد واتفاق ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا'' (آل عمران:۱۰۳) ''اللہ (کے دین اسلام) والی رسی کو تھام لو، اور تفرقہ نہ کرو۔'' میں باشندگان پاکستان کو یہ درخواست کرتا ہوں کہ بھائی بھائی بن کر پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا علاج معالجہ کرائیں۔

میرے پیارے عزیزو! ہماری نجات، ہماری کامیابی، ہماری سرخروئی پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے۔

میرے پیارے عزیزو! مومن کا دین مولوی یا وزیر کا بنایا ہوا نہیں، مومن کا دین کسی گورنر وصدر کا بنایا ہوا نہیں، مومن کا دین علماء واولیاء کا بنایا ہوا دین نہیں، مومن کا دین انبیاء علیہم السلام کا بنایا ہوا نہیں، مومن کا دین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا نہیں۔ مومن کا دین وہ ہے جو اللہ نے بنایا ہے۔

میرے پیارے عزیزو! ہمارا دین دماغ انسانی کا بنایا ہوا نہیں، ہمارا دین خواہشات نفسانی کا بنایا ہوا نہیں، ہمارا دین وہ ہے جو وحی ربانی سے حاصل ہوا۔ ہمارا دین وہ قواعد واصول ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا کئے۔

نہ مجھے علمیت کا دعویٰ، نہ میرے اندر زہد وتقویٰ اور ریاضت ہے، میں مسلمانوں میں سے ادنیٰ درجہ کا مسلمان ہوں، میری جماعت تنظیم اہل سنت والجماعت کی کوشش ہے کہ ہر گھر میں پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت آجائے۔

میری کوشش یہ ہے کہ آپ بھائی بھائی بن کر پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں، جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر اپنی گردن جھکائیں۔ ہم ہر نیک کے قائل ہیں، ہر نیکی کے قائل ہیں، لیکن ایک بات ہے کہ ہر مسئلے کو اس طرح تسلیم کریں گے، جس طرح پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا اور سکھا گئے ہیں۔

ہمارے اس دور میں اکثر لوگ اس کوشش میں ہیں کہ دین ہمارے تابع ہو۔ میری یہ بات یاد رکھ لیں، دین ہمارے تابع نہیں، ہم دین کے تابع ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہمارے تابع نہیں، ہم شریعت کے تابع ہیں۔ اللہ کا قرآن ہمارے تابع نہیں، ہم قرآن کے تابع ہیں۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے تابع نہیں، ہم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ دل مانے یا نہ مانے، دماغ تسلیم کرے یا نہ کرے، مومن کی شان یہ ہے کہ پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر گردن جھکادے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد ہمیں سوچ وبچار کا کوئی حق نہیں۔

آپ حضرات آج کے بعد یہ عہد کریں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد اپنی خواہش اور خیال کے پیچھے نہیں جائیں گے، اپنے دماغ کے پیچھے نہیں جائیں گے، پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے۔ میری تحقیق یہ ہے کہ اگر میری معروضات پر عمل کرلیا جائے تو سارا مذہبی انتشار ایک دن میں ختم ہوجائے گا۔

ہم دنیا میں امتحان کے لئے آئے ہیں، تھوڑی دنیا کے لئے تھوڑی محنت کریں، بڑی زندگی کے لئے بڑی محنت کریں۔

یہ مسئلہ یاد کرلو، اپنے بچوں کو سکھادو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۷۲ ٹولے جہنم میں جائیں گے، ایک ٹولہ جنت میں جائے گا، وہ ٹولہ ''ما انا علیہ واصحابی'' جس راستہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت گئی ہے، وہ راستہ جنت کا راستہ ہے، وہ راستہ بہشت کا راستہ ہے۔ سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے، کوئی دیوبندی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا انکار نہیں کرے گا۔ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔''

''میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے خلفائے راشدینؓ کے طریقے کو لازم پکڑو۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم۔''

''میری جماعت سب سے بہترین جماعت ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے پیچھے آئیں، پھر وہ لوگ جو ان کے پیچھے آئیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کی بہتری کی گواہی دی ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں ہمارے گھر میں وہی دین ہو جو بہترین لوگوں کے گھر میں تھا۔

یہ سارا دین ہے، یہ میرا سارا مذہب ہے، یہ میرے سارے مسئلے ہیں، ہر آدمی کو اگر رسالت

ما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فیصلے لمحہ بالمحہ یاد رہیں تو کوئی فرقہ آپ کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

قرآن کریم میں ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ." (الاحزاب:۲۱)

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے۔"

"قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ." (آل عمران:۳۱)

"اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا۔"

"وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ." (التوبہ:۱۰۰)

"سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار اور وہ لوگ جو اخلاص سے اُن کی اتباع کرنے والے ہیں، اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔"

انتشار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان فیصلوں پر لوگوں کی نگاہ نہیں، ہر آدمی اپنے دل ودماغ، خواہش وخیال کی پیروی کر رہا ہے۔

باقی کوئی مسئلہ آ جائے، آپ ماہرین شریعت کے پاس جائیں۔ دنیاوی کام کے لئے دکان ومکان کے کیس کے لئے آپ حضرات ماہر وکیل تلاش کرتے ہیں، اسی طرح دین سیکھنے کے لئے ماہرین دین کے پاس جائیں۔"

یہ حضرت تونسویؒ کی تقریر اور بیان کے چند اقتباسات ہیں، جس کے ہر ہر جملہ میں اتحادِ امت کا درس، فرقہ اور تفرقہ سے نفرت کا اظہار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کی سنت کی پیروی سے دوری کے اسباب کو بہت ہی کھلے اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ کاش! کہ امت مسلمہ اس مرد درویش اور مرد قلندر کی آواز پر کان دھرتی اور اپنے اندر موجود خامیوں، کوتاہیوں اور ناکامیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا علاج حضرت تونسویؒ کے ان فرمودات میں ڈھونڈتی۔

مجھے یاد پڑتا ہے غالباً ۱۹۸۵ء یا چھیاسی میں حضرت تونسویؒ نے دورانِ تقریر فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں، تمہارا دشمن جب تم پر حملہ آور ہوگا، وہ تم سے مسلک نہیں پوچھے گا کہ تم دیوبندی، بریلوی ہو، سنی، شیعہ یا اہل حدیث ہو، وہ صرف یہ جانتا ہے کہ تم کلمہ ایک پڑھتے ہو، تمہارا رسول ایک ہے، تمہاری کتاب ایک ہے، وہ تمہیں تقسیم در تقسیم کر کے کمزور کرے گا اور پھر وہ تم سب کو ملیامیٹ اور تباہ وبرباد کر کے رکھ دے گا، اس لئے میں کہتا ہوں کہ ملک میں تفرقہ نہ کرو، بھائی بھائی بن جاؤ اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جاؤ تو بچ سکو گے۔ آج بالکل وہی حالات ہیں جن کا نقشہ اس مرد قلندر نے چھبیس سال پہلے کھینچا تھا۔

حضرت تونسویؒ نے پہلی شادی ۱۹۴۴ء میں دورانِ تعلیم کی، ان سے آپؒ کے چار صاحبزادے ہوئے۔ پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد ۱۹۶۰ء میں دوسری شادی کی، جن سے چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ حضرتؒ کا آخری دس روزہ تبلیغی دورہ گوجرانوالہ میں جاری تھا کہ بارش اور ٹھنڈ کی وجہ سے آپؒ کو نزلہ کی شکایت ہوئی، جو صبح تک کافی حد تک بڑھ گئی تھی۔ دورہ مختصر کر کے اپنے گھر تونسہ میں تشریف لائے، افاقہ نہ ہوا، مقامی ہسپتال میں آپ کو داخل کیا گیا، دو دن زیر علاج رہنے کے بعد ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ دوسرے دن تین بجے جنازہ کا وقت طے کیا گیا، لیکن ملک کے طول وعرض سے جنازہ میں شرکت کی غرض سے آنے والے قافلوں کی بنا پر ایک گھنٹہ کی تاخیر ہوئی۔ آپ کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد لاکھ سے اوپر بتائی جاتی ہے۔ راقم الحروف کی بھی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی قیادت اور شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی معیت میں تعزیت کے لئے تونسہ میں حاضری ہوئی، جہاں حضرت کے صاحبزادگان: حضرت مولانا عبدالغفار صاحب جانشین حضرت تونسویؒ، مولانا عبداللطیف اور مولانا عبدالجبار سے تعزیت کی۔

ان حضرات کا کہنا تھا کہ حضرت تونسوی صاحبؒ تقریباً رات آٹھ بجے فوت ہوئے اور دوسرے دن تدفین تک حضرتؒ کے جسد خاکی سے پسینہ بہہ رہا تھا اور بدن بالکل نرم اور ملائم تھا، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تھکا ماندہ آدمی تھوڑی دیر کے لئے ستانے کے لئے بیٹھتا ہے، تو پسینہ بہتا ہے، ایسا پسینہ بہہ رہا تھا اور حضرتؒ کے چہرۂ انور کی دیر تک لوگ زیارت کرتے رہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، اساتذۂ جامعہ اور ادارہ بینات حضرت کے صاحبزادگان، متعلقین اور اقرباء سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور حضرت کی جدائی کے غم کو اپنا غم سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرمائے، آپؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور آپؒ کے شاگردوں، متوسلین اور عقیدت مندوں کو آپؒ کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆..........☆☆

انگریزی مذہب

مولانا قاضی احسان احمد

غیر منقسم ہندوستان کی سرزمین پر نوے سال تک انگریز حکمراں رہے۔ ۱۸۵۷ء میں اس نے اسلام اور مسلمانوں کو خاص طور پر اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو علماء کرام کو سرعام پھانسیوں پر لٹکایا گیا۔ مسلمانوں پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند کردیے گئے۔ اپنے اقتدار کو طول دینے اور مسلمانوں کے دل سے جذبۂ جہاد نکالنے کے لئے قادیان کے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا، جس نے حرمت جہاد کا فتویٰ دیا۔ نظام تعلیم ایسا متعارف کروایا کہ مسلمان کے دل سے اسلام کی عظمت رخصت ہوجائے۔ مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ جائیں شکل وصورت اور سیرت وکردار میں انگریزوں کے ہمنوا ہوں۔ اسلام کے نام پر غیر اسلامی نظریات اور اعتقادات کی کھلی چھوٹ بلکہ سرپرستی کی جانے لگی۔ چنانچہ اذن عام تھا کہ اس ملک کی سرزمین پر ہر کسی کو مذہبی آزادی حاصل ہے جو چاہے اپنے فاسد اور ملحدانہ عقائد کا اسلام کے نام پر پرچار کرتا رہے، اس کو روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

انگریز نے اس پالیسی سے بہت حد تک فائدہ حاصل کیا، ہر اس شخص کے لئے اسلام اور مسلمان کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جس نے اپنے آپ کو مسلمان کہا۔ انگریز اس سرزمین سے چلا گیا مگر افسوس کہ اس کے کاسہ لیس اب بھی اسی معیار کو قائم ودائم رکھنے پر مصر ہیں۔ یعنی جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے آپ پر لازم ہے اس کو مسلمان تسلیم کریں، آپ کو اس کے اسلام اور مسلمان ہونے کو پرکھنے اور چیک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن.... آپ غور فرمائیں کہ اسلام اور مسلمان ہونے کا اگر معیار یہی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہہ دے وہ مسلمان ہے تو پھر اس فلسفہ کی رو سے حسب ذیل مفاسد جنم لیں گے، اسلام اور مسلمان کا تشخص بالکل ختم اور مجروح ہوجائے گا فرض کریں کہ:

۱:... ایک شخص کہتا ہے ... میں مسلمان ہوں... مگر نماز فرض نہیں ہے، اب اسلام کو تسلیم کرنے والے مسلمان کے لئے نماز کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲:... ایک شخص کہتا ہے، میں مسلمان ہوں... مگر زکوٰۃ کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں، مروجہ ملکی ٹیکس اس مالی نظام کو مضبوط کرنے کے لئے ضرورت پوری کررہے ہیں۔

۳:... ایک شخص کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں.... مگر روزہ میں کھانا کھانا ممنوع ہے، پھل اور فروٹ کھائے جاسکتے ہیں، ان کو کھانا نہیں کہتے۔

۴:... ایک شخص کہتا ہے، میں مسلمان ہوں... مگر فرشتوں کو نہیں مانتا ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔

۵:... ایک کہتا ہے: میں مسلمان ہوں.... مگر قیامت کے دن کو نہیں مانتا، دوبارہ زندہ ہونا صرف ایک افسانہ ہے اور بس۔

۶:... ایک شخص کہتا ہے، میں مسلمان ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں.... مگر قرآن اللہ کی کتاب نہیں بلکہ حضور نے خود لکھی ہے۔

۷:... ایک اور اٹھا، اس نے کہا کہ میں بھی مسلمان ہوں، میرا بھی اسلام سے گہرا اور دیرینہ تعلق ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب والوں کے نبی تھے اور میں عجم والوں کا نبی ہوں۔

۸:... ایک شخص اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی اور رسول ہیں، آپ پر نبوت اور رسالت ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے اور قادیان میں پیدا ہونے والا غلام احمد بھی اللہ کا نبی اور رسول ہے۔

۹:... ایک شخص کہتا ہے، میں اسلام اور مسلمانوں پر دل و جان سے فدا، میں بھی مسلمان ہوں... مگر ہمیں دو خدا ماننے چاہئیں ایک بڑا خدا اور ایک چھوٹا خدا۔ (روح القدس)

۱۰:... ایک اور آدمی ہے، جو یہ کہتا ہے کہ میں بھی مسلمان ہوں مگر یہ قرآن جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے، یہ اصل نہیں بلکہ اصل قرآن امام غائب کے پاس غار میں ہے۔

۱۱:... ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر اس کا طرز فکر، طرز عمل، اعتقادات ویقین خلاف اسلام ہے، کوئی بھی عمل مسلمانوں سے نہیں ملتا، ان سب کے باوجود وہ اپنے آپ کو مسلمان اور اہل اسلام کا حصہ کہلاتا ہے۔

۱۲:... ایک اور کانا شخص اٹھا، اس نے بھی کہا کہ میں مسلمان ہوں حضور کا امتی ہوں... مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے کرتے، آپ سے درجہ میں بڑھ گیا ہوں۔

۱۳:... ایک شخص کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں میرا اسلام قبول کرو مگر حضور نبی کریم پہلی رات کے چاند تھے اور میں چودھویں رات کا چاند ہوں۔

۱۴:... ایک شخص کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں... اور بعینہٖ محمد رسول اللہ ہوں، اس لئے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہوئیں، پہلی بعثت مکہ میں اور دوسری قادیان (میری شکل) میں۔

ایسے ہی اور بے شمار اپنے اسلام اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے جن کا آپ تصور کرسکیں۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا تمام مدعیانِ اسلام کو ہم آنکھیں بند کرکے مسلمان تسلیم کرلیں گے؟ ان کے اسلام کی تصدیق کئے بغیر مذہبی آزادی کے نام پر ان کو اپنے نظریات کی تبلیغ اور اشاعت کرنے کی اجازت دے دیں گے؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ کیا ہر مدعی اسلام کو مسلمان قرار یوں ہی دے دیا جائے گا یا اس کے لئے کوئی معیار، کسوٹی اور پیمانہ بھی ہے؟ جی ہاں! وہ اعلیٰ معیار اور ترازو جو رب کریم نے قرآن کی روشنی میں، محمد رسول اللہ نے سنت کی روشنی میں، صحابہ کرامؓ نے اجماع کی روشنی میں، امت نے قیاس کی روشنی میں متعین کرکے دیا اس کو اپنانا اور لاگو کرنا ہوگا، جس کی وجہ سے ہر مدعی اسلام کے اسلام کو پرکھا جائے گا۔ جانچا جائے گا، تولا جائے گا تاکہ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل قائم کی جاسکے۔☆

مولانا غریب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

حضرت مولانا غریب اللہ صاحب مہتمم دارالعلوم مجددیہ وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع صوابی انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مہتمم صاحب ضلع صوابی کے معروف قدیمی قصبہ مانکی کے ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں اور پھر نیلا گنبد لاہور سے حاصل کی، اس کے بعد سہارنپور (انڈیا) اور سات سال دارالعلوم دیوبند اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل شیخ المحدثین حضرت مولانا شیخ نصیرالدین غورغشتویؒ صاحب سے کی۔

۱۹۴۴ء میں حضرت مہتمم صاحب کی فراغت ہوئی، اس کے بعد بھیرہ صوبہ پنجاب میں درسِ نظامی کی مدرس مقرر ہوئے، پھر ایک سال برصغیر پاک و ہند کے عظیم وقدیم روحانی مرکز خانقاہ نقشبندیہ سراجیہ کندیاں میں مدرس رہے۔

مولانا موصوفؒ نے ۱۹۶۴ء میں دارالعلوم مجددیہ قائم کیا۔ دارالعلوم کی سنگ بنیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ، قطب الزمان پیر طریقت حضرت مولانا قاضی شمس الدین درویش صاحبؒ، مردمجاہد حضرت مولانا سیّد گل بادشاہ صاحبؒ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی۔

مولانا موصوفؒ کا اصلاحی تعلق شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی صاحبؒ سے تھا۔ حضرت خواجہ صدیقیؒ نے حضرت مہتمم صاحب کو خلافت سے نوازا، خواجہ صدیقیؒ کی وفات کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق قطب الزمان پیر طریقت حضرت مولانا قاضی شمس الدین درویشؒ صاحب سے قائم کیا۔ قاضی شمس الدین درویشؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، یعنی حضرت ثانی خانقاہ سراجیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت اقدس شیخ المشائخ خواجہ خواجگان سیدی ومرشدی حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے پیر بھائی تھے، قاضی شمس الدین درویشؒ نے بھی آپ کو خلافت دی تھی۔

حضرت مولانا قاضی شمس الدین درویشؒ کی وفات کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے شیخ المشائخ حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کا دامن تھام لیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے خلیفہ مجاز شیخ طریقت وشریعت حضرت مولانا عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم (ٹیکسلا) والوں سے تاحیات کسب فیض کرتے رہے۔

مہتمم صاحبؒ دارالعلوم مجددیہ کے اہتمام کے ساتھ ساتھ اپنے آبائی گاؤں کی مرکزی جامع مسجد کے آخردم تک خطیب بھی رہے۔ ۲۰۰۹ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع صوابی کے باقاعدہ امیر منتخب ہوئے۔ آپ کی امارت میں چار تحصیلوں میں مختلف یونٹوں کی تنظیم نو اور مختلف مقامات پر ختم نبوت دفاتر قائم ہوئے۔ حضرت مہتمم صاحب کافی عرصہ سے صاحب فراش تھے۔

آپؒ کی نماز جنازہ محدث کبیر الشیخ حضرت مولانا محمد اللہ جان الداجوی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں عوام الناس اور ختم نبوت کے ہزاروں کارکنوں کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ خیبر پختونخوا کے امیر، خطیب مسجد قاسم علی خان پشاور، سفیر ختم نبوت حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزی دامت برکاتہم، مفتی اعظم افریقہ شیخ ابن شیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، مجاہد ختم نبوت نمونہ اسلاف حضرت مولانا حاجی غلام حیدر صاحب (فاضل دیوبند)، استاذ العلما حضرت مولانا سیف الرحمٰن، حضرت مولانا عطاء الحق درویش، شیخ الحدیث مولانا محمد قاسم صاحب (ایم این اے)، شیخ الحدیث مولانا ظہور الحق، شیخ الحدیث مولانا سعید الحق، شیخ الحدیث مولانا شیر اسلم خان، مفتی نصیر محمد مسول وفاق المدارس العربیہ، مولانا امان اللہ حقانی سابقہ وزیر اوقاف، مولانا قاضی عبدالصمد، مولانا عبدالمالک، مولانا مفتی عابد وہاب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس اور لواحقین کو صبر جمیل اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فیضان الحق مجددی شاہ منصوری

غیر متنازع نگران وزیر اعظم کا تقرر ضروری ہے!

اخباری رپورٹوں کے مطابق حکمران پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے بعض حلقوں کے درمیان آئندہ عبوری حکومت کے لئے معروف لبرل وکیل عاصمہ جہانگیر کو نگران وزیر اعظم بنانے پر اتفاق کیا گیا ہے اور باور کیا جاتا ہے کہ عاصمہ جہانگیر کی نامزدگی کے حوالے سے خارجی قوتوں کی مرضی ومنشا کو خصوصی اہمیت دی جارہی ہے۔ دوسری جانب متنازع شخصیت اور مخصوص نظریات کی حامل عاصمہ جہانگیر کو نگران وزیر اعظم بنائے جانے کی اطلاعات پر ملک کے محب وطن دینی وعوامی حلقوں میں گہری تشویش کا اظہار کیا جارہا ہے اور عاصمہ جہانگیر کی سوچ، ماضی کی سرگرمیوں اور خارجی قوتوں سے ان کے مراسم کے پیش نظر وزارت عظمٰی کے کلیدی منصب کے لئے ان کی مجوزہ نامزدگی کو قوم کی وحدت ویکجہتی اور ملک کی بقاو سالمیت کے لئے انتہائی پُرخطر قرار دیا جارہا ہے۔

موجودہ حالات میں جبکہ ملک کو سنگین داخلی و خارجی مسائل اور پیچیدہ چیلنجوں کا سامنا ہے، ملکی نظم ونسق سنبھالنے کے لئے کسی ایسی شخصیت کا انتخاب ناگزیر ہے جو ملک کی نظریاتی اساس، قوم کی امنگوں، ملکی آئین وقانون اور قومی وحدت کے بنیادی تقاضوں سے گہری وابستگی رکھنے کے علاوہ تمام قومی حلقوں کے لئے زیادہ سے زیادہ قابل قبول بھی ہو۔ عاصمہ جہانگیر کے بارے میں پوری قوم جانتی ہے کہ وہ ملک کی نظریاتی اساس پر یقین ہی نہیں رکھتیں، وہ ملک کے آئین اور قانون کی بہت سی بنیادی دفعات کو تسلیم نہیں کرتیں، آئین کی دفعہ ۶۲،۶۳ جن پر عملدرآمد کرانے کا اسلام آباد ڈیکلریشن میں حکومت معاہدہ کرچکی ہے، عاصمہ جہانگیر کی نظر میں غیر معقول اور غلط ہیں۔ پاکستان کے آئین میں قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دیا گیا ہے جبکہ عاصمہ جہانگیر آئین کی اسلامی دفعات کے خلاف مہم چلاتی رہی ہیں۔ پاکستان کی منتخب پارلیمان طویل بحث ومباحثے کے بعد متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے چکی ہے لیکن عاصمہ جہانگیر قوم کے اس جمہوری فیصلے کو تسلیم بھی نہیں کرتیں۔ علاوہ ازیں عاصمہ جہانگیر نے ہمیشہ اسلام دشمن و پاکستان دشمن قوتوں کے ساتھ مل کر پاکستان کے آئین وقانون اور یہاں کی ملی وقومی اقدار اور قومی سلامتی کے اداروں کے خلاف پروپیگنڈا مہم چلائی ہے اور اسی بنا پر خارجی قوتیں انہیں اہمیت دیتی ہیں۔ ان کا یہ کردار کسی سے پوشیدہ ہے نہ وہ خود اس سے انکار کرتی ہیں۔ اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ عاصمہ جہانگیر جیسی انتہائی متنازع شخصیت کو ملک کی زمام کار حوالے کرنے کے کیا نتائج برآمد ہوسکتے ہیں؟

حکمران پیپلز پارٹی بالخصوص صدر آصف علی زرداری کی جانب سے عاصمہ جہانگیر کی نامزدگی تو قابل فہم ہے، کیونکہ گزشتہ پانچ برسوں کے دوران عدالت عظمٰی کے ساتھ حکومتی کھلواڑ کے دوران عاصمہ جہانگیر کا جھکاؤ حکومت کے پلڑے میں ہی رہا اور سیاسی مبصرین کے مطابق اب بھی عاصمہ جہانگیر ہی وہ واحد شخصیت ہیں جو عدلیہ کے ساتھ محاذ آرائی کی پی پی قیادت کی پالیسی کو آگے بڑھا سکتی ہیں اور پی پی قیادت پر قائم اربوں روپے کی بدعنوانی کے مقدمات میں عدالت کو زچ کرسکتی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ملک میں قومی سلامتی کے اداروں کے ساتھ بھی بہتر انداز میں "نمٹ سکتی ہیں، جن کو پی پی قیادت ہمیشہ اپنا دشمن اور مخالف باور کراتی رہی ہے۔ عالمی قوتوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے میں بھی وہ پیپلز پارٹی کے حصے کا کام کرسکتی ہیں۔ البتہ مسلم لیگ ن کی جانب سے عاصمہ جہانگیر جیسی متنازع شخصیت کی مبینہ حمایت بہت سے قومی حلقوں کے نزدیک حیرت انگیز اور افسوس ناک ہے۔ مسلم لیگ ن کی قیادت کو اس امر کا ادراک ہونا چاہئے کہ اس کے پاس کسی غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ موجودہ حکمرانوں سے نالاں اور مایوس عوام کا ایک بڑا طبقہ مسلم لیگ ن سے بڑی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہے اور ایک تازہ سروے رپورٹ کے مطابق مسلم لیگ ن اس وقت ملک کی سب سے مقبول سیاسی جماعت ہے۔ اگر مسلم لیگ ن نے انتخابات سے قبل ہی عاقبت نااندیشی پر مبنی فیصلے اور اقدامات کئے تو اس کی یہ مقبولیت اس کے کسی کام نہیں آئے گی جس طرح ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے بعد حاصل ہونے والے "بھاری مینڈیٹ" نے اسے کوئی فائدہ نہیں دیا تھا۔ اس لئے مسلم لیگ ن کو نگران وزیر اعظم کے لئے کسی متنازع اور مشکوک کردار کی حامل شخصیت کی حمایت کرنے کی بجائے دیگر محب وطن ودینی وسیاسی جماعتوں کو ساتھ لے کر کوئی غیر متنازع اور قابل قبول شخصیت تلاش کرنی چاہئے۔ پاکستان اس وقت کسی طرح کے انتشار اور خلفشار کا متحمل نہیں ہے۔ قوم عاصمہ جہانگیر جیسے متنازع کردار کو قبول نہیں کرے گی۔ اس سے ملک میں انتشار پھیلے گا۔ اس لئے تمام سیاسی ومذہبی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر کسی اچھی شہرت کی حامل شخصیت کو نگران وزیر اعظم بنانا ناگزیر ہے۔ (اداریہ روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹/جنوری ۲۰۱۳ء)

Regd.SS160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مطبوعات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4583486, 4783486